اسلامی عبادات

مناسک حج وعمرہ

قرآن وسنت اور صحیح احادیث کی روشنی میں

تالیف

عامر گزدر

انذار ایجوکیشنل اینڈ چیریٹیبل ٹرسٹ

ترتیب

پیش لفظ (طبع اوّل)

حج وعمرہ سے متعلق عامر گزدر صاحب کا ایک نیا کتابچہ قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔ اِس موضوع پر اِس سے قبل بھی اُستاذ محترم جناب جاوید احمد صاحب غامدی کی تحقیقات کی روشنی میں کئی مفید اور معلوماتی تصانیف عامر صاحب تحریر کر چکے ہیں۔ تاہم زائرین حرم کی ضروریات متنوع نوعیت کی ہوتی ہیں۔ اِس لیے پچھلے کتابچوں کی اشاعت کے بعد ایک نئی ضرورت یہ سامنے آئی کہ حج وعمرہ کے موضوع پر ایک مختصر سائز کا ایسا کتابچہ تیار کیا جائے جسے ایک حاجی حج کے عملی مسائل کے حل کے لیے ہمہ وقت اپنے ساتھ رکھ سکے۔

چنانچہ انھی ضروریات کو مدنظر رکھ کر یہ کتابچہ کچھ ترامیم واضافوں کے بعد ایک نئی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے۔ اس میں معلومات سے زیادہ اُن اعمال کی تفصیل دی گئی ہے جنہیں حج وعمرہ کے دوران میں ادا کیا جاتا ہے۔ مختصر سائز کی بنا پر ایک زائر باآسانی اسے ہر وقت اور ہر جگہ اپنے ساتھ رکھ سکے گا اور انشاء اللہ ان عظیم عبادات کی ادائیگی میں یہ تصنیف بے حد مفید ثابت ہوگی۔

ابو یحییٰ

صدر انذار

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حج و عمرہ

اپنے معبود کے لیے جذبۂ پرستش کا یہ آخری درجہ ہے کہ اُس کے طلب کرنے پر بندہ اپنا جان و مال، سب اُس کے حضور میں نذر کر دینے کے لیے حاضر ہو جائے۔ حج و عمرہ اللہ تعالیٰ کے لیے اسی جان و مال کے نذرانے کی تمثیل ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ حج میں بندہ ابلیس کے خلاف اِس دنیا میں اپنی جنگ کو بھی علامتی زبان میں پیش کرتا ہے۔ اِس اعتبار سے دیکھا جائے تو عمرہ اجمال ہے اور حج اُس کی تفصیل۔ اور اِسی تناظر میں عمرہ کو حج اصغر اور حج کو حج اکبر بھی کہا جاتا ہے۔

ابلیس کے خلاف جنگ کو حج میں جس خوبصورتی سے ممثل کیا گیا ہے، اس کی تفصیل اس طرح ہے:

اللہ کے بندے اپنے پروردگار کی ندا پر دنیا کے مال و متاع اور اس کی لذتوں

اور مصروفیتوں سے ہاتھ اٹھاتے ہیں،

پھر 'لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ' کہتے ہوئے میدان جنگ میں پہنچتے اور بالکل مجاہدین کے طریقے پر ایک وادی میں ڈیرے ڈال دیتے ہیں،

اگلے دن ایک کھلے میدان میں پہنچ کر اپنے گناہوں کی معافی مانگتے، اس جنگ میں کامیابی کے لیے دعا و مناجات کرتے اور اپنے امام کا خطبہ سنتے ہیں،

جنگ کی تمثیل کے تقاضے سے نمازیں قصر اور جمع کرکے پڑھتے اور راستے میں مختصر پڑاؤ کرتے ہوئے دوبارہ اپنے ڈیروں پر پہنچ جاتے ہیں،

پھر شیطان پر سنگ باری کرتے، اپنے جانوروں کی قربانی پیش کرکے اپنے آپ کو خداوند کی نذر کرتے، سر منڈاتے اور نذر کے پھیروں کے لیے اصل معبد اور قربان گاہ یعنی بیت الحرام میں حاضر ہو جاتے ہیں۔

پھر وہاں سے لوٹتے اور اگلے دو یا تین دن اسی طرح شیطان پر سنگ باری کرتے رہتے ہیں۔

حج و عمرہ کا حکم

بیت الحرام کا حج دین میں ہر صاحب استطاعت مسلمان پر کم سے کم ایک مرتبہ

فرض قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ عمرہ کی حیثیت ایک تطوع عبادت کی ہے۔ اسے مسلمانوں پر لازم نہیں کیا گیا ہے۔

اہمیت حج

حج دین میں ایک غیر معمولی اہمیت کی حامل عبادت ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کو تنبیہ فرمائی ہے کہ اس سے بے پروائی کا نتیجہ کفر ہے اور وہ اگر اپنے اس رویے پر اصرار کریں گے تو پھر اللہ کو بھی ان کی کوئی پروا نہ رہے گی۔ ارشاد فرمایا ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا، وَمَنْ كَفَرَ، فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ. (آل عمران ۳:۹۷)

''اور جو سفر کی استطاعت رکھتے ہوں، اُن لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ بیت الحرام کا حج کریں اور جس نے انکار کیا تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ دنیا والوں سے بے پروا ہے''۔

حج و عمرہ کی فضیلت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک موقع پر ایمان اور جہاد کے بعد حج ہی کی فضیلت

بیان کی ہے۔(بخاری،رقم ۲۶۔مسلم،رقم ۱۳۵)

نیز آپ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ کے لیے حج کرے، پھر اس میں کوئی شہوت یا نافرمانی کی بات نہ کرے تو وہ حج سے اس طرح لوٹتا ہے، جس طرح اس کی ماں نے اسے آج جنا ہے۔(بخاری،رقم ۱۷۲۳۔مسلم،رقم ۱۳۵۰)

اسی طرح آپ کا ارشاد ہے: عمرے کے بعد عمرہ ان کے درمیان میں ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ ہے اور سچے حج کا بدلہ تو صرف جنت ہی ہے۔
(بخاری،رقم ۱۶۸۳۔مسلم،رقم ۱۳۴۹)

حج و عمرہ کا مقصد

حج و عمرہ کا مقصد یہ ہے کہ ہم اِس بات کی یاد دہانی حاصل کریں کہ اسلام قبول کر کے ہم اپنے آپ کو اپنے خداوند کی نذر کر چکے ہیں۔اور اس کے لازمی نتیجے کے طور پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کریں، اُس کی توحید کا اقرار کریں۔یہ مقصد تلبیہ کے اُن الفاظ میں نہایت خوبی کے ساتھ واضح ہوتا ہے جو اِس عبادت میں ذکر کی حیثیت سے مقرر کیے گئے ہیں۔صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ اِسی مقصد کو نمایاں رکھنے اور ذہنوں میں پوری طرح راسخ کر دینے کے لیے منتخب کیے گئے ہیں۔چنانچہ احرام باندھ لینے

کے بعد یہ الفاظ ہر شخص کی زبان پر مسلسل جاری رہتے ہیں:

لَبَّیْكَ ، اللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ ؛ لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ ، لَبَّیْكَ ؛ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ ، وَالْمُلْكَ ؛لَا شَرِیْكَ لَكَ ۔

''میں حاضر ہوں، اے اللہ، (اپنے جان و مال کے نذرانے کے ساتھ) میں حاضر ہوں؛ حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں؛ میں (اپنے جان و مال کو نذر کر دینے کے لیے) حاضر ہوں، بلا شبہ حمد تیرے لیے ہے، سب نعمتیں تیری ہیں اور عالم کی بادشاہی بھی تیرے ہی لیے ہے؛ تیرا کوئی شریک نہیں''۔

حج کے دوران میں مطلوب رویہ

زمانۂ جاہلیت میں حج نے عبادت سے زیادہ ایک نیم مذہبی میلے کی صورت اختیار کر لی تھی۔ چنانچہ لوگ اس کے لیے ہر طرح کا اہتمام کرتے، لیکن اس بات کو بہت کم اہمیت دیتے تھے کہ اس سفر میں اصل زادِراہ تقویٰ کا زادِراہ ہے اور وہ حج کے لیے نکلے ہیں تو انھیں اب کوئی شہوت یا نافرمانی یا لڑائی جھگڑے کی بات نہیں کرنی چاہیے۔ یہ اس عظیم عبادت کی روح کے منافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس طرف توجہ دلائی اور فرمایا کہ اس سفر کے لیے آدمی کو سب سے زیادہ اسی تقویٰ کے زادِراہ کا اہتمام کرنا چاہیے:

اَلْحَجُّ اَشْھُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ، فَمَنْ فَرَضَ فِیْھِنَّ الْحَجَّ، فَلَا رَفَثَ، وَلَا فُسُوْقَ، وَلَا جِدَالَ فِی الْحَجِّ، وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ، یَّعْلَمْهُ اللّٰهُ، وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی،وَاتَّقُوْنِ یٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ ۔

(البقرہ۲:۱۹۷)

''حج کے متعین مہینے ہیں۔سوان میں جوشخص بھی (احرام باندھ کر) حج کا ارادہ کر لے، اُسے پھر حج کے اس زمانے میں نہ کوئی شہوت کی بات کرنی ہے، نہ خدا کی نافرمانی کی اور نہ لڑائی جھگڑے کی کوئی بات اُس سے سرزد ہونی چاہیے۔اور (یادرہے کہ) جونیکی بھی تم کروگے، اللہ اُسے جانتا ہے۔اور (حج کے اس سفر میں تقویٰ کا) زادراہ لے کر نکلو، اس لیے کہ بہترین زادراہ یہی تقویٰ کا زادراہ ہے۔اور عقل والو، مجھ سے ڈرتے رہو''۔

حج وعمرہ کے ایام

عمرہ کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں ہے۔اسے پورے سال میں لوگ جب چاہیں، ادا کرسکتے ہیں۔حج کے لیے، البتہ ۸/ذوالحجہ سے ۱۳/ذوالحجہ تک کے ایام مقرر ہیں اور یہ صرف انھی ایام میں ہوسکتا ہے۔

حج وعمرہ کے مقامات

حج وعمرہ کے مقامات کواللہ تعالیٰ نے اپنے شعائر قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے:

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ ۔(البقرہ۲:۱۵۸)

''صفااورمروہ یقیناً اللہ کے شعائر میں سے ہیں''۔

یہ 'شَعِيْرَة' کی جمع ہے جس کے معنی علامت کے ہیں۔اصطلاح میں اس سے مراد وہ مظاہر ہیں جو کسی حقیقت کا شعور ذہنوں میں قائم رکھنے کے لیے اللہ ورسول کی طرف سے بطور ایک نشان کے مقرر کیے گئے ہوں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ان کی تعظیم کی جائے تو یہ دلوں کا تقویٰ ہے۔(الحج ۲۲:۳۲)

ان کا تعارف درج ذیل ہے:

مواقیت

حج وعمرہ کی غرض سے آنے والوں کے لیے حدود حرم سے کچھ فاصلے پر بعض جگہیں متعین کر دی گئی ہیں، جن سے آگے وہ احرام کے بغیر نہیں جا سکتے۔ان پر یا ان کے برابر کسی بھی جگہ پر پہنچ کر ضروری ہے کہ احرام باندھ لیا جائے۔اصطلاح میں انھیں میقات کہا جاتا ہے۔یہ جگہیں پانچ ہیں:

۱) ذُو الحُلَيُفَة۔ یہ مدینہ سے آنے والوں کی میقات ہے۔ مدینہ منورہ سے اس کا فاصلہ چھ سے سات میل کا ہے۔ آج کل اس جگہ کو 'أَبُيَار عَلِی' کہا جاتا ہے۔ یہ مکہ مکرمہ سے شمالی جانب ۴۵۰ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔

۲) الجُحُفَة ۔ یہ مصر وشام سے آنے والوں کے لیے ہے۔ رابغ شہر کے قریب میں واقع ہونے کی بنا پر لوگ آج کل رابغ سے احرام باندھتے ہیں۔ مکہ مکرمہ سے یہ جگہ ۱۸۳ کلومیٹر کے فاصلے پر شمال مغرب میں واقع ہے۔

۳) یَلَمُلَم۔ یہ یمن سے آنے والے حجاج ومعتمرین کی میقات ہے۔ یہ ایک پہاڑ ہے جو مکہ مکرمہ سے جنوب میں ۹۲ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ آج کل اِس مقام کو 'السَّعُدِیَہ' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ بحری سفر کرنے والے پاکستانی حجاج کا اِسی میقات کے قریب سے گزر ہوتا ہے۔

۴) قَرُنُ الُمَنَازِل ۔ یہ نجد سے آنے والوں کے لیے ہے۔ یہ بھی ایک پہاڑ ہے جو مکہ مکرمہ سے ۷۵ کلومیٹر دور مشرقی جانب واقع ہے۔ اِس مقام کو آج کل 'السَیُلُ الُکَبِیُر' کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ پاکستانی حجاج ہوائی سفر کرتے ہوئے اِسی میقات کے محاذات سے گزرتے ہیں۔

۵) ذَاتُ عِـرْق ۔ یہ مشرق کی طرف سے آنے والوں کی میقات ہے۔ یہ مکہ مکرمہ سے شمال مشرقی جانب ۹۴ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ آج کل اِس مقام کو 'الضَّرِیْبَۃ' کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔

بیت الحرام

یہ وہی معبد ہے جسے قرآن میں 'البَیت'، 'البَیْتُ العَتِیْق' اور 'المَسْجِدُالْحَرَام' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ (الحج ۲۲:۲۵۔۲۹)

اِس کی عمارت چونکہ مکعب بنائی گئی ہے، یعنی وہ اپنی ہر سمت سے مربع (Square) کی شکل رکھتی ہے۔ اس لیے اسے کعبہ بھی کہتے ہیں۔ یہ سرزمین عرب کے شہر مکہ میں واقع ہے۔ قرآن میں اس شہر کا نام 'بَکَّۃ' آیا ہے، جس کے معنی آباد جگہ کے ہیں۔ (آل عمران ۳:۹۶)

سطح سمندر سے اس کی بلندی تقریباً ۲۷۷ میٹر ہے اور یہ چاروں طرف سے پہاڑوں میں گھرا ہوا ہے۔

حطیم

قریش نے جس زمانے میں بیت الحرام کی تعمیر نو کا بندوبست کیا تو سرمایہ کم پڑ جانے کی وجہ سے اس کی عمارت اصل ابراہیمی بنیادوں پر قائم نہ ہو سکی۔ پھر اس کا

جو حصہ عمارت سے باہر رہ گیا، وہ 'حطیم' کہلانے لگا۔ یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پانچ سال پہلے پیش آیا۔ چنانچہ آپ بھی تعمیر کے اس کام میں شریک رہے، بلکہ مورخین کا بیان ہے کہ حجر اسود کے دوبارہ نصب کرنے کا قضیہ آپ ہی کے حسن تدبیر سے طے ہوا۔ (السیرۃ النبویۃ، ابن ہشام ۱/۱۶۰)

روایتوں میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر سیدہ عائشہ کے سامنے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ قریش کی تالیف قلب ملحوظ نہ ہوتی تو اس کا جو حصہ عمارت سے باہر رہ گیا ہے اور حطیم کہلاتا ہے، آپ اسے عمارت میں شامل کر کے بیت اللہ کو اس کی اصل ابراہیمی بنیادوں پر استوار کر دیتے۔ (بخاری، رقم ۱۵۰۶، ۱۵۰۸)

حجر اسود اور ارکانِ کعبہ

حجر اسود اِس عمارت کے مشرقی کونے میں نصب ہے۔ اس سے آگے عمارت کا شمالی کونا رکن عراقی، مغربی کونا رکن شامی اور جنوبی کونا رکن یمانی کہلاتا ہے۔

بیت الحرام کا دروازہ، ملتزم اور غلاف

بیت الحرام کا دروازہ زمین سے کوئی دو میٹر اونچا ہے۔ اس کے اور حجر اسود کے درمیان کی دیوار کو ملتزم کہا جاتا ہے۔ یہ گویا آستانۂ الٰہی کی دہلیز ہے جس سے چمٹ کر

لوگ دعائیں کرتے ہیں۔ عمارت پر سیاہ کپڑے کا ایک غلاف پڑا رہتا ہے جسے ہر سال تبدیل کر دیا جاتا ہے۔

ابراہیمی پتھر اور زمزم

بیت الحرام کی عمارت کے صحن میں خاکستری رنگ کا ایک پتھر رکھا ہوا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اسی پر کھڑے ہو کر اس کی دیواریں بلند کی تھیں۔

(أخبار مكة، الازرقی ۱/۵۹)

اس پتھر سے کچھ فاصلے پر ایک قدرتی چشمہ ہے جسے زمزم کہتے ہیں۔ بیت الحرام کی زیارت کے لیے آنے والے اس سے اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔

حرم اور اُس کی حرمت

بیت الحرام کے حدود چاروں طرف کئی کلومیٹر تک وسیع اور ہمیشہ سے معلوم اور متعین ہیں۔ یہ پورا علاقہ حرم کہلاتا ہے، جس میں کسی انسان یا جانور، حتیٰ کہ آپ سے آپ اگنے والی نباتات کو بھی نقصان پہنچانا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ قرآن نے 'حَرَمًا آمِنًا' اور 'مَثَـابَةً لِّلنَّاسِ وَأَمْنًا' کے الفاظ میں اس کی یہی حیثیت بیان فرمائی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اِنَّ هٰـذَاالْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ، فَهُوَحَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ،وَاِنَّهٗ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيْهِ لِأَحَدٍ قَبْلِى،وَلَمْ يَحِلَّ لِىْ اِلَّا سَاعَةً مِنْ نَّهَارٍ، فَهُوَحَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰـهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ،لَايُعْضَدُ شَوْكُهٗ،وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهٗ، وَلَايَلْتَقِطُ اِلَّامَنْ عَرَّفَهَا، وَلَايُخْتَلٰى خَلَاهَا.(مسلم،رقم ١٣٥٣)

’’یہ وہ شہر ہے جسے اللہ نے اُس دن سے حرام ٹھیرایا ہے، جب اُس نے زمین وآسمان پیدا فرمائے تھے۔لہٰذا اللہ کی قائم کردہ اسی حرمت کی وجہ سے یہ قیامت تک کے لیے حرام ہے۔مجھ سے پہلے کسی شخص کواس میں قتال کی اجازت نہیں دی گئی۔میرے لیے بھی یہ دن کی ایک گھڑی ہی کے لیے حلال کیا گیا۔چنانچہ اللہ کی قائم کردہ اسی حرمت کی وجہ سے یہ اب بھی قیامت تک حرام ہی رہے گا، نہ اس کے کانٹوں والے درخت کاٹے جائیں گے، نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے گا، نہ اس میں گری ہوئی کوئی چیز اٹھائی جائے گی، الاّ یہ کہ کوئی اسے مالک تک پہنچانے کے لیے اٹھائے، اور نہ اس کی گھاس کاٹی جائے گی‘‘۔

۱؎ القصص 57:28۔العنکبوت 67:29۔

۲؎ البقرہ 125:2۔

صفا و مروہ

یہ دو پہاڑیاں ہیں جو بیت اللہ کے بالکل قریب واقع ہیں۔ اِن دونوں کے مابین ۴۵۰ میٹر کا فاصلہ ہے۔ سیدنا اسمٰعیل کی قربانی کا واقعہ انھی میں سے ایک پہاڑی مروہ پر پیش آیا تھا۔ اس لحاظ سے یہی اصل قربان گاہ ہے جسے لوگوں کی سہولت کے لیے منٰی تک وسعت دے دی گئی ہے۔ اس قربان گاہ کے طواف میں ہر پھیرا صفا سے شروع ہو کر مروہ پر ختم ہوتا ہے۔ اصطلاح میں اسے ''سعی'' کہتے ہیں۔

منٰی

مکہ مکرمہ سے مشرقی جانب دو پہاڑیوں کے درمیان یہ ایک وسیع میدان ہے جس کا فاصلہ مکہ سے تقریباً پانچ کلومیٹر ہے۔ ۸/ ذوالحجہ کو مکہ سے آنے کے بعد اور ۱۰/ ذوالحجہ کو عرفات سے واپس آ کر حجاج یہیں قیام کرتے اور حج کے باقی مناسک پورے کرتے ہیں۔

عرفات ۱ ۲

منٰی سے تقریباً چھ کلومیٹر کے فاصلے پر یہ بھی ایک وسیع میدان ہے جہاں ۹/ ذوالحجہ کو

مسلمانوں کا امام خطبہ دیتا اور اس کے بعد حجاج غروب آفتاب تک وقوف کرتے ہیں۔

مزدلفہ

منٰی کے راستے میں یہ ایک دوسرا میدان ہے جہاں عرفات سے واپسی کے بعد حجاج رات گزارتے ہیں۔ یہ منٰی اور عرفات کے تقریباً درمیان میں واقع ہے۔ حدودحرم یہاں قُزَح نامی ایک پہاڑ سے شروع ہوتے ہیں، اِس لیے اُسے 'الْمَشْعَرُالْحَرَام' کہا جاتا ہے۔ قرآن میں اُسی مقام کو یہ نام دیا گیا ہے۔ (البقرہ۲:۱۹۸)

جمرات

منٰی کے میدان میں یہ تین ستون ہیں جنھیں شیطان کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ مزدلفہ سے منیٰ کی طرف آتے ہوئے جو ستون سب سے پہلے واقع ہے اُسے 'جمرۂ اُولیٰ' کہا جاتا ہے۔ یہ مسجد خیف کے قریب میں واقع ہے۔ پھر اِسی سمت میں ۱۵۰ میٹر کے فاصلہ پر جو ستون اس کے بعد وقوع پذیر ہے اُسے 'جمرۂ وسطیٰ' کہتے ہیں۔ اِسی رخ پر پھر ۱۹۰ میٹر کی مسافت پر واقع آخری ستون، جو سب سے بڑا اور تینوں میں مکہ مکرمہ سے قریب تر ہے؛ 'جمرۂ عَقبہ' یا 'جمرۂ کبریٰ' کے نام سے موسوم ہے۔ عرفات سے واپس آ کر حجاج انھی ستونوں پر سنگ باری کرتے ہیں۔

عمرہ کا طریقہ

عمرہ کے لیے شریعت میں جو طریقہ مقرر کیا گیا ہے، وہ یہ ہے:

۱) عمرہ کی نیت سے اس کا احرام باندھا جائے اور تلبیہ پڑھنا شروع کر دیا جائے۔

۲) بیت اللہ میں پہنچنے تک تلبیہ کا ورد جاری رکھا جائے۔

۳) وہاں پہنچ کر بیت اللہ کا طواف کیا جائے۔

۴) پھر صفا و مروہ کی سعی کی جائے۔

۵) ہدی کے جانور ساتھ ہوں تو ان کی قربانی کی جائے۔

۶) قربانی کے بعد مرد سر منڈوا کر یا حجامت کرا کے اور عورتیں اپنی چوٹی کے آخر سے تھوڑے سے بال کاٹ کر احرام کھول دیں۔

عمرہ کا احرام کہاں باندھا جائے؟

باہر سے آنے والے عمرہ کا احرام اپنی میقات سے باندھیں؛ مقیم خواہ وہ مکی ہوں یا عارضی طور پر مکہ میں ٹھیرے ہوئے ہوں، اسے حدود حرم سے باہر قریب کی کسی جگہ سے باندھیں؛ اور جو لوگ ان حدود سے باہر، لیکن میقات کے اندر رہتے ہوں، ان کی میقات وہی جگہ ہے، جہاں وہ مقیم ہیں، وہ وہیں سے احرام باندھ لیں۔

احرام اور حالت احرام کی پابندیاں

یہ احرام ایک اصطلاح ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ حج یا عمرہ کرنے والے نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ چند حدود کی پابندی اس عبادت میں قبول کر لی ہے، وہ حدود یہ ہیں:

۱) شہوت کی کوئی بات نہ کی جائے۔

۲) زیب و زینت کی کوئی چیز، مثلاً خوشبو وغیرہ استعمال نہ کی جائے۔

۳) ناخن نہ تراشے جائیں۔

۴) جسم کے کسی حصے کے بال نہ اُتارے جائیں۔

۵) شکار نہ کیا جائے۔

۶) سلے ہوئے کپڑے نہ پہنیں جائیں۔ عورتیں، البتہ سلے ہوئے کپڑے پہنیں گی۔

۷) مرد ایک چادر تہ بند کے طور پر باندھیں گے اور ایک اوڑھ لیں گے۔ اور اپنے سر، چہرے اور پاؤں کا ٹخنوں سے اوپر کا حصہ کھلا رکھیں گے۔

۸) عورتیں البتہ سر اور پاؤں ڈھانپ سکیں گی۔ ان کے لیے صرف چہرہ اور ہاتھ کھلے رکھنا ضروری ہیں۔

حقیقت احرام

اصل حقیقت کے اعتبار سے دیکھیے تو حج وعمرہ میں احرام اس بات کی علامت ہے کہ بندۂ مومن نے دنیا کی لذتوں، مصروفیتوں اور مرغوبات سے ہاتھ اٹھالیا ہے اور دو ان سلی چادروں سے اپنا بدن ڈھانپ کر وہ برہنہ سر اور کسی حد تک برہنہ پا بالکل راہبوں کی صورت بنائے ہوئے اپنے پروردگار کے حضور میں پہنچنے کے لیے گھر سے نکل کھڑا ہوا ہے۔

تلبیہ

تلبیہ سے مراد، 'لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ ؛ لَبَّيْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ، لَبَّيْكَ؛ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ ، وَالْمُلْكَ ؛ لَاشَرِيْكَ لَكَ' کا ورد ہے جو احرام باندھتے ہی شروع ہوتا اور بیت اللہ میں پہنچنے تک برابر جاری رہتا ہے۔ حج وعمرہ کے لیے تنہا یہی ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے۔

''میں حاضر ہوں، اے اللہ، (اپنے جان ومال کو نذر کردینے کے لیے) میں حاضر ہوں؛ حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں؛ میں (اپنے جان ومال کے نذرانے کے ساتھ) حاضر ہوں، بلا شبہ حمد تیرے لیے ہے، سب نعمتیں تیری ہیں اور عالم کی بادشاہی بھی تیرے ہی لیے

ہے؛ تیرا کوئی شریک نہیں‘‘۔

حقیقت تلبیہ

تلبیہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف، اُس کی توحید کا اقرار اور اُس کے حضور میں اپنی کامل بندگی کا اظہار ہے۔ اور اپنی تاریخ کے لحاظ سے یہ اُس صدا کا جواب ہے جو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بیت الحرام کی تعمیر نو کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک پتھر پر کھڑے ہو کر بلند کی تھی۔ (تفسیر القرآن العظیم، ابن کثیر ۳/۲۱۶)

اب یہ صدا دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچ چکی ہے اور اللہ کے بندے اس کی نعمتوں کا اعتراف اور اس کی توحید کا اقرار کرتے ہوئے اس صدا کے جواب میں 'لَبَّیۡکَ، اللّٰھُمَّ لَبَّیۡکَ' کا یہ دل نواز ترانہ پڑھتے ہیں۔

طواف اور اُس کا طریقہ

طواف ان سات پھیروں کو کہتے ہیں جو پاکیزہ جسم اور لباس کے ساتھ بیت اللہ کے گرد لگائے جاتے ہیں۔ یہ پھیرے بیت اللہ کو اپنے بائیں جانب رکھ کر لگائے جاتے ہیں۔ ان میں سے ہر پھیرا حجر اسود سے شروع ہو کر اسی پر ختم ہوتا ہے اور ہر پھیرے کی ابتدا میں حجر اسود کا استلام کیا جاتا ہے۔

حقیقت طواف

طواف نذر کے پھیرے ہیں۔اس کے ذریعہ سے گویا ہم اپنا پورا وجود اللہ تعالیٰ کے حضور میں نذر کرتے ہیں۔دین ابراہیمی میں یہ روایت قدیم سے چلی آرہی ہے کہ جس کی قربانی کی جائے یا جس کو معبد کی خدمت کے لیے نذر کیا جائے ، اسے معبد یا قربان گاہ کے سامنے پھرایا جائے۔

استلام حجر اسود اور اُس کا طریقہ

استلام، حجر اسود کو چومنے یا ہاتھ سے اس کو چھو کر اپنا ہاتھ چوم لینے کے لیے ایک اصطلاح ہے۔ہجوم کی صورت میں ہاتھ سے یا ہاتھ کی چھڑی سے یا اس طرح کی کسی دوسری چیز سے اشارہ کر دینا بھی اس کے لیے کافی سمجھا جاتا ہے۔

حجر اسود کے استلام کی حقیقت

حجر اسود کا استلام تجدید عہد کی علامت ہے۔اس میں بندہ اس پتھر کو تمثیلاً اپنے پروردگار کا ہاتھ قرار دے کر اس ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیتا اور عہد و میثاق کی قدیم روایت کے مطابق اس کو چوم کر اپنے اس عہد کی تجدید کرتا ہے کہ اسلام قبول کر کے وہ جنت کے عوض اپنا جان و مال، سب اللہ تعالیٰ کے سپرد کر چکا ہے۔

سعی کا طریقہ

سعی سے مراد صفا ومروہ کا طواف ہے۔ یہ بھی سات پھیرے ہیں جو صفا سے شروع ہوتے ہیں۔ صفا سے مروہ تک ایک اور مروہ سے صفا تک دوسرا پھیرا شمار کیا جاتا ہے۔ ان میں سے آخری پھیرا مروہ پر ختم ہوتا ہے۔

حقیقت سعی

سعی اسمٰعیل علیہ السلام کی قربان گاہ کا طواف ہے۔ سیدنا ابراہیم نے صفا کی پہاڑی پر کھڑے ہوکر اس قربان گاہ کو دیکھا تھا اور پھر حکم کی تعمیل کے لیے ذرا تیزی کے ساتھ چلتے ہوئے مروہ کی طرف گئے تھے۔ بائیبل میں یہ واقعہ اس طرح بیان ہوا ہے:

> ''تیسرے دن ابراہیم نے نگاہ کی اور اُس جگہ کو دور سے دیکھا۔ تب ابراہیم نے اپنے جوانوں سے کہا: تم یہیں گدھے کے پاس ٹھیرو۔ میں اور یہ لڑکا، دونوں ذرا وہاں تک جاتے ہیں اور سجدہ کر کے پھر تمھارے پاس لوٹ آئیں گے''۔
>
> (پیدایش۲۲: ۴۔۵)

چنانچہ صفا ومروہ کا یہ طواف بھی نذر کے پھیرے ہی ہیں جو پہلے معبد کے سامنے اور اس کے بعد قربانی کی جگہ پر لگائے جاتے ہیں۔

سعی کا حکم

قربانی کی طرح صفا و مروہ کی یہ سعی بھی بطور تطوع کی جاتی ہے۔ یہ حج و عمرہ کا کوئی لازمی حصہ نہیں ہے۔ حج و عمرہ اس کے بغیر بھی ہر لحاظ سے مکمل ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ ، فَمَنْ حَجَّ الْبَیْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِہِمَا، وَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا، فَاِنَّ اللّٰہَ شَاکِرٌ عَلِیْمٌ ۔ (البقرہ۲:۱۵۸)

''صفا اور مروہ یقیناً اللہ کے شعائر میں سے ہیں۔ چنانچہ وہ لوگ جو اس گھر کا حج یا عمرہ کرنے کے لیے آئیں، اُن پر کوئی حرج نہیں کہ وہ ان کا طواف بھی کر لیں، (بلکہ یہ ایک نیکی کا کام ہے) اور جس نے اپنے شوق سے نیکی کا کوئی کام کیا، اللہ اُسے قبول کرنے والا ہے، اُس سے پوری طرح باخبر ہے''۔

سورۂ بقرہ کی اِس آیت سے واضح ہے کہ حج و عمرہ کے موقع پر صفا و مروہ کی سعی ایک مشروع عبادت ہے۔ البتہ مناسک میں اس کی حیثیت تطوع کی ہے۔ یہ اگر کی جائے تو باعث اجر ہوگی۔ یہ ان کے لازمی مناسک میں سے نہیں ہے۔

قرآن مجید کے ساتھ ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے کہ حج و عمرہ میں سعی کی حیثیت ایک تطوع عمل کی ہے۔ چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے بیت الحرام پہنچ کر عمرہ کیا تو اُس میں طواف کے بعد صفا و

مروہ کی سعی بھی کی ۔جبکہ حج کے مناسک ادا کرتے ہوئے یوم النحر کو آپ نے صرف بیت الحرام کا طواف کیا، صفا ومروہ کی سعی نہیں کی ۔(مسلم، رقم ۱۲۱۸۔احمد، رقم ۱۴۹۸۶)

صفا ومروہ کی سعی کے بارے میں صحابہ میں عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، ابی بن کعب، انس بن مالک اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کی، تابعین میں عطا بن ابی رباحؒ، مجاہدؒ اور ابن سیرینؒ کی اور ائمہ اربعہ میں ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبلؒ کی یہی رائے ہے۔(المحلی، ابن حزمؒ ۵/ ۸۶۔المغنی، ابن قدامہ المقدسیؒ ۳/ ۲۷۶)

ہدی

ہدی کا لفظ ان جانوروں کے لیے بولا جاتا ہے جو حرم میں قربانی کے لیے خاص کیے گئے ہوں۔ دوسرے جانوروں سے ان کو ممیّز رکھنے کے لیے ان کے جسم پر نشان لگائے جاتے اور گلے میں پٹے ڈالے جاتے ہیں۔قرآن نے 'القَلَائِد' کی تعبیر ان کے لیے اسی بنا پر اختیار کی ہے۔(المائدہ ۵: ۲، ۹۷)

قربانی اور سر منڈوانے کی حقیقت

قربانی جان کا فدیہ ہے اور سر کے بال مونڈنا اس بات کی علامت ہے کہ نذر پیش کر دی گئی ہے اور اب بندہ اپنے خداوند کی اطاعت اور دائمی غلامی کی اس علامت کے

ساتھ اپنے گھر لوٹ سکتا ہے۔ یہ دین ابراہیمی کی ایک قدیم روایت ہے۔

حج کا طریقہ

حج کے لیے شریعت میں جو طریقہ مقرر کیا گیا ہے، وہ یہ ہے:

یوم الترویَہ ۸/ذوالحجہ کے مناسک

۱) عمرے کی طرح حج کی ابتدا بھی احرام سے ہوتی ہے۔ چنانچہ پہلا کام یہی ہے کہ ۸/ذوالحجہ کو حج کی نیت سے اُس کا احرام باندھا جائے اور تلبیہ پڑھنا شروع کر دیا جائے۔

۲) ۸/ذوالحجہ ہی کو منیٰ کے لیے روانہ ہوں اور وہاں قیام کریں۔

یوم عرفہ ۹/ذوالحجہ کے مناسک

۳) ۹/ذوالحجہ کی صبح عرفات کے لیے روانہ ہوں۔

۴) وہاں پہنچ کر امام ظہر کی نماز سے پہلے حج کا خطبہ دے، پھر ظہر اور عصر کی نماز جمع اور قصر کر کے پڑھی جائے۔

۵) نماز سے فارغ ہو کر جتنی دیر کے لیے ممکن ہو، اللہ تعالیٰ کے حضور میں تسبیح وتحمید، تکبیر وتہلیل اور دعا ومناجات کی جائے۔

۶)غروب آفتاب کے بعد مزدلفہ کے لیے روانہ ہوں۔

۷)وہاں پہنچ کر مغرب اور عشا کی نماز جمع اور قصر کر کے پڑھی جائے۔

۸)رات کو اسی میدان میں قیام کیا جائے۔

یوم النحر ۱۰/ذو الحجہ کے مناسک

۹)۱۰/ذو الحجہ کو فجر کی نماز کے بعد یہاں بھی تھوڑی دیر کے لیے عرفات ہی کی طرح تسبیح وتحمید، تکبیر وتہلیل اور دعا ومناجات کی جائے۔

۱۰) پھر منیٰ کے لیے روانہ ہوں اور وہاں جمرۂ عقبہ کے پاس پہنچ کر تلبیہ پڑھنا بند کر دیا جائے اور اس جمرے کو سات کنکریاں ماری جائیں۔

۱۱) ہدی کے جانور ساتھ ہوں یا نذر اور کفارے کی کوئی قربانی واجب ہو چکی ہو تو یہ قربانی کی جائے۔

۱۲) پھر مرد سر منڈوا کر یا حجامت کرا کے اور عورتیں اپنی چوٹی کے آخر سے تھوڑے سے بال کاٹ کر احرام کا لباس اتار دیں۔

۱۳) پھر بیت اللہ پہنچ کر اس کا طواف کیا جائے۔

۱۴)احرام کی تمام پابندیاں اس کے ساتھ ہی ختم ہو جائیں گی، اس کے بعد اگر ارادہ ہو تو بطور تطوع صفا و مروہ کی سعی بھی کر لی جائے۔

ایامِ تشریق ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذوالحجہ کے مناسک

۱۵) پھر منیٰ واپس پہنچ کر دو یا تین دن قیام کیا جائے اور روزانہ پہلے جمرۃ الاولی، پھر جمرۃ الوسطیٰ اور اس کے بعد جمرۂ عقبہ کو سات سات کنکریاں ماری جائیں۔ ان ایام کو ایامِ تشریق کہا جاتا ہے۔ ان میں چونکہ تمام مسلمانوں کے لیے سنت کی حیثیت سے یہ مشروع کیا گیا ہے کہ وہ ہر نماز کی جماعت کے بعد تکبیریں کہیں، چنانچہ منیٰ میں قیام کے دوران میں حجاج بھی ان ایام میں ہر نماز کی جماعت کے بعد تکبیریں کہیں گے۔ یہ البتہ، واضح رہے کہ نمازوں کے بعد تکبیر کا یہ حکم مطلق ہے، اِس کے لیے کوئی خاص الفاظ شریعت میں مقرر نہیں کیے گئے۔

حج کا احرام کہاں باندھا جائے؟

باہر سے آنے والے یہ احرام اپنے میقات سے باندھیں؛ مقیم خواہ وہ مکی ہوں یا عارضی طور پر مکہ میں ٹھیرے ہوئے ہوں یا حدودِ حرم سے باہر، لیکن میقات کے اندر رہتے ہوں، ان کی میقات وہی جگہ ہے، جہاں وہ مقیم ہیں، وہ وہیں سے احرام باندھ لیں۔

وقوفِ عرفہ کی حقیقت

عرفات معبد کا قائم مقام ہے، جہاں شیطان کے خلاف اس جنگ کے مجاہدین جمع ہوتے، اپنے گناہوں کی معافی مانگتے اور اس جنگ میں کامیابی کے لیے دعا ومناجات کرتے ہیں۔

وقوفِ مزدلفہ کی حقیقت

مزدلفہ کا وقوف راستے کا پڑاؤ ہے، جہاں وہ رات گزارتے اور صبح اٹھ کر میدان میں اترنے سے پہلے ایک مرتبہ پھر دعا ومناجات کرتے ہیں۔

حقیقت رمی

رمی ابلیس پر لعنت اوراس کے خلاف جنگ کی علامت ہے۔ یہ عمل اس عزم کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ بندۂ مومن ابلیس کی پسپائی سے کم کسی چیز پر راضی نہ ہوگا۔ یہ معلوم ہے کہ انسان کا یہ ازلی دشمن جب وسوسہ انگیزی کرتا ہے تو اس کے بعد خاموش نہیں ہوجاتا، بلکہ یہ سلسلہ جاری رکھتا ہے۔ تاہم مسلسل مزاحمت کی جائے تو اس کی تاخت بتدریج کمزور ہوجاتی ہے۔ تین یا چار دن کی مسلسل رمی سے اسی بات کو ظاہر کیا گیا ہے۔

قربانی اور سر منڈوانے کی حقیقت

قربانی جان کا فدیہ ہے اور سر کے بال مونڈ نا اس بات کی علامت ہے کہ نذر پیش کر دی گئی ہے اور اب بندہ اپنے خداوند کی اطاعت اور دائمی غلامی کی اس علامت کے ساتھ اپنے گھر لوٹ سکتا ہے۔ یہ دین ابراہیمی کی ایک قدیم روایت ہے۔

حج وعمرہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم وعمل کی روایات

شریعت میں حج وعمرہ کے احکام یہی ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم وعمل سے جو رہنمائی، البتہ ان کے بارے میں حاصل ہوئی ہے، اس کی تفصیلات درج ذیل ہیں:

احرام

حالت احرام اور مباح اُمور

احرام باندھتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو لگاتے تھے۔ سیدہ عائشہ کا بیان ہے کہ میں نے احرام سے پہلے بھی آپ کو مشک کی خوشبو لگائی ہے اور یوم النحر کو احرام کا لباس اتار دینے کے بعد بھی، جب آپ طواف کے لیے مکہ روانہ ہوئے۔ فرماتی ہیں کہ اس خوشبو کی چمک میں آپ کی مانگ میں گویا آج بھی دیکھ رہی ہوں۔

(بخاری، رقم ۱۵۳۸، ۱۵۳۹۔ مسلم، رقم ۱۱۹۰، ۱۱۹۱)

احرام کی حالت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے، بال جمائے اور سر بھی

دھویا ہے۔(بخاری، رقم ۱۸۳۵، ۱۵۴۰، ۱۸۴۰۔ مسلم، رقم ۱۲۰۲، ۱۱۸۴، ۱۲۰۵)

نیز لوگوں کو آپ نے اجازت دی ہے کہ ان کے پاس جوتے نہ ہوں تو اس مجبوری میں وہ ٹخنوں سے نیچے تک موزے کاٹ کر انھیں استعمال کر سکتے اور تہ بند کے طور پر باندھنے کے لیے ان سلا کپڑا نہ ہو تو شلوار یا پاجامہ بھی پہن سکتے ہیں۔

(بخاری، رقم ۸۴۲، ۸۴۳۔ مسلم، رقم ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹)

اسی طرح آپ نے وضاحت فرمائی ہے کہ احرام کی حالت میں شکار تو بے شک ممنوع ہے، لیکن احرام کے بغیر کسی شخص نے شکار کیا ہو تو محرم اسے کھا سکتا ہے، بشرطیکہ اس کے ایما یا کسی اشارے کو اس میں کوئی دخل نہ ہو۔

(بخاری، رقم ۱۸۲۴۔ مسلم، رقم ۱۱۹۶)

نیز آپ نے فرمایا ہے کہ شکار کی ممانعت کے اس حکم کا موذی جانوروں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس طرح کے جانور حالت احرام میں بھی بغیر کسی تردد کے مارے جا سکتے ہیں۔(بخاری، رقم ۱۸۲۶، ۱۸۲۹۔ مسلم، رقم ۱۱۹۹)

حالت احرام میں نکاح

نکاح کرنے، کرانے یا نکاح کی بات طے کرنے کو، البتہ آپ نے احرام کی حالت میں پسند نہیں فرمایا۔(مسلم، رقم ۱۴۰۹)

حالت احرام میں موت

اس حالت میں کوئی شخص دنیا سے رخصت ہو جائے تو آپ کا ارشاد ہے کہ اسے احرام کے کپڑوں ہی میں دفن کر دیا جائے اور تکفین کے موقع پر نہ اسے خوشبو لگائی جائے اور نہ اس کا سر اور منہ ڈھانپا جائے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ قیامت کے دن اس کو تلبیہ پڑھتے ہوئے اٹھائے گا۔(بخاری، رقم ۱۲۶۸۔ مسلم، رقم ۱۲۰۶)

تلبیہ

حج کا شعار

تلبیہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ حج کا شعار ہے۔(ابن ماجہ، رقم ۲۹۲۳)

تلبیہ کی فضیلت

آپ نے فرمایا: جب کوئی مسلمان 'لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ' پکارتا ہے تو اس کے دائیں اور بائیں سے شجر و حجر بھی زمین کے آخر تک یہی پکارتے ہیں۔(ابن ماجہ، رقم ۲۹۲۱)

تلبیہ کیسے کہا جائے؟

آپ کا ارشاد ہے کہ جبریل امین نے مجھے ہدایت کی ہے کہ اسے بلند آواز سے کہا جائے۔ (ابوداؤد، رقم ۱۸۱۴)

تلبیہ کے الفاظ میں اضافہ

روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ آپ اسی مفہوم کے بعض الفاظ کا اضافہ بھی کر دیتے تھے۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حج وعمرہ کے لیے نکلتے تو ذوالحلیفہ پہنچ کر دو رکعت نماز پڑھتے، پھر مسجد کے پاس اونٹنی پر سوار ہوتے، وہ کھڑی ہو جاتی تو تلبیہ کی ابتدا اس دعا سے کرتے تھے:

لَبَّيْكَ، اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ ؛ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ ؛وَالْخَيْرُ فِيْ يَدَيْكَ ؛ لَبَّيْكَ وَالرَّغْبَاءُ إِلَيْكَ وَالْعَمَلُ. (مسلم، رقم ۱۱۸۴)

''میں حاضر ہوں، اے اللہ میں حاضر ہوں؛ حاضر ہوں اور اسی سے خوش بختی حاصل کرتا ہوں؛ اور بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے؛ حاضر ہوں اور رغبت تیری ہی طرف ہے اور عمل بھی تیرے ہی لیے ہے''۔

اسی طرح کے کسی موقع پر 'لَبَّيْكَ ، اِلٰـهَ الْحَقِّ لَبَّيْكَ ' کے الفاظ بھی روایت ہوئے ہیں۔ (ابن ماجہ، رقم ۲۹۲۰)

طوافِ وداع

حج کا طواف تو ایک ہی ہے جسے اصطلاح میں طواف افاضہ کہا جاتا ہے، لیکن حج وعمرہ سے فارغ ہوکر اپنے گھروں کے لیے رخصت ہونے والوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کی ہے کہ جاتے ہوئے بیت اللہ کا طواف کر کے جائیں۔ ابن عباس کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: رخصت سے پہلے تم میں سے ہر ایک کا آخری کام یہی ہونا چاہیے۔(مسلم، رقم ۱۳۲۷)

طوافِ وداع اور خواتین کے ایام

حائضہ عورتوں کو، البتہ آپ نے اُن کی مجبوری کے پیش نظر اس کے لیے نہیں کہا، بلکہ اجازت دی کہ وہ اس کے بغیر ہی مکہ سے چلی جائیں۔

(بخاری، رقم ۳۲۸، ۳۲۹۔ مسلم، رقم ۱۲۱۱)

طواف سے پہلے وضو

طواف سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا ہے۔

(بخاری، رقم ۱۶۱۴۔ مسلم، رقم ۱۲۳۵)

طواف اور نماز کا تقابل

آپ کا ارشاد ہے کہ طواف نماز ہی کی طرح ہے، لیکن اس کے دوران میں اگر کوئی بات کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔ تاہم یہ بھلائی کی بات ہونی چاہیے۔ (ترمذی، رقم ۹۶۰)

حالت عذر میں سواری پر طواف

اُم سلمہ کہتی ہیں کہ میں بیمار تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر ہوا تو آپ نے مجھے سواری پر طواف کر لینے کی ہدایت فرمائی۔ (بخاری، رقم ۴۶۴۔ مسلم، رقم ۱۲۷۶)

پہلے طواف میں رمل اور اضطباع کی حیثیت

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حج کے موقع پر مکہ پہنچ کر آپ نے پہلا طواف کیا تو اس میں تین پھیرے کندھے ہلا کر دوڑتے ہوئے اور چار اپنی چال چلتے ہوئے لگائے۔ پھر ابراہیمی پتھر کی طرف بڑھے اور اس کے پیچھے جا کر دو رکعت نماز پڑھی۔ اس کے بعد حجر اسود کی طرف واپس آئے، اس کا استلام کیا اور دروازے سے صفا کی طرف نکل گئے۔ (مسلم، رقم ۱۲۱۸)

ابن عباس کا بیان ہے کہ اس طواف میں آپ کا دایاں کندھا برہنہ تھا اور اپنی چادر

آپ نے داہنی بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالی ہوئی تھی۔(اصطلاح میں اِسے اضطباع کہتے ہیں)۔(ابوداؤد، رقم ۱۸۸۴، ۱۸۸۹)

حجراسود کا استلام اور تکبیر

طواف کے ہر پھیرے میں حجراسود کا استلام اور اُس موقع پر تکبیر (اللہ اکبر) کہنا بھی بعض روایتوں میں بیان ہوا ہے۔(بخاری، رقم ۱۵۰۹۔ابوداؤد، رقم ۱۸۷۶)

رکن یمانی کا استلام

طواف میں رکن یمانی کے استلام (یعنی ہاتھ سے چھونے) کا ذکر بھی بعض روایتوں میں ہوا ہے۔(بخاری، رقم ۱۶۰۶، ۱۶۰۹۔مسلم، رقم ۱۲۶۷، ۱۲۶۸)

۳؎ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اِس کی توجیہ یہ بیان فرمائی ہے کہ مسلمانوں کو مدینہ جا کر کمزور ہو جانے کا طعنہ دیا گیا تھا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے جواب میں لوگوں کو ہدایت کی کہ وہ اِس طرح دوڑتے ہوئے طواف کریں اور خود بھی آپ نے اِسی طرح طواف کیا۔ اصطلاح میں اِسے رمل کہا جاتا ہے۔

طواف کی فضیلت

طواف کی یہ فضیلت بھی نقل ہوئی ہے کہ جس نے طواف کیا اور اس کے ساتھ

دو رکعت نماز پڑھی، اس نے گویا ایک غلام اللہ کی راہ میں آزاد کر دیا۔

(ابن ماجہ، رقم ۲۹۵۶)

سعی

سعی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ

سعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کی ہے کہ طواف سے فارغ ہو کر آپ صفا کی طرف نکلے اور اس کے اوپر تک چڑھ گئے، پھر قبلہ رو ہوئے، اللہ کی توحید اور کبریائی بیان کی اور فرمایا:

لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ، لَاشَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ، أَنْجَزَ وَعْدَهٗ، وَنَصَرَ عَبْدَهٗ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهٗ.

''اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، بادشاہی اسی کی ہے اور حمد بھی اسی کے لیے ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، وہ تنہا ہے، اس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے اور اپنے بندے کی مدد کی ہے اور منکروں کی تمام جماعتوں کو تنہا شکست دے دی ہے''۔ (مسلم، رقم ۱۲۱۸)

یہی کلمات آپ نے تین مرتبہ دہرائے اوران کے درمیان میں دعا بھی کی۔اس کے بعد مروہ کی طرف چلے۔جب قدم نشیب میں پہنچے تو دوڑنے لگے۔ پھر جیسے ہی چڑھائی شروع ہوئی، اپنی چال چلنے لگے۔مروہ پر پہنچ کربھی آپ نے وہی کیا جوصفا پر کیا تھااوراپنے سات پھیرے اسی طرح پورے کر لیے۔(مسلم،رقم ۱۲۱۸)

عرفات کا وقوف

وقوفِ عرفہ میں آپ کا اُسوہ

منیٰ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۹رذوالحجہ کی صبح طلوع آفتاب کے بعد عرفات کے لیے روانہ ہوئے۔ وہاں آپ کے لیے وادی نمرہ میں خیمہ لگایا گیا تھا۔ سورج ڈھلنے تک آپ نے اس میں قیام فرمایا۔پھر وادی کے نشیب میں آئے اورلوگوں کوخطبہ دیا۔اس کے بعد ظہراور عصر کی نماز ایک اذان اوردو تکبیروں کے ساتھ پڑھی۔

ان کے آگے اور پیچھے کوئی نوافل نہیں پڑھے۔ پھر جبل رحمت کے پاس قبلہ رو ہوکر غروب آفتاب تک کھڑے دعاومناجات کرتے رہے۔(مسلم،رقم ۱۲۱۸)

یومِ عرفہ اور تلبیہ وتکبیر

سیدناانس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس دن لوگ تلبیہ بھی پڑھتے رہے اور

تکبیریں بھی کہتے رہے، لیکن کسی پر کوئی اعتراض نہیں کیا گیا۔

(بخاری، رقم ۹۷۰۔ مسلم، رقم ۱۲۸۵)

یومِ عرفہ کی فضیلت

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عرفہ کے دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے قریب ہوتے ہیں، فرشتوں کے روبروان پر فخر ومباہات کا اظہار کرتے ہیں اوراس سے زیادہ کسی دن اپنے بندوں کو آگ سے رہائی نہیں دیتے۔ (مسلم، رقم ۱۳۴۸)

مزدلفہ کا قیام

قیامِ مزدلفہ میں آپ کا اُسوہ

مزدلفہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب اور عشا کی نماز عرفات ہی کی طرح ایک اذان اوردو تکبیروں کے ساتھ پڑھی۔ پھر صبح تک آرام فرمایااوراس دوران میں کوئی نوافل وغیرہ نہیں پڑھے۔ نماز فجر، البتہ ذرا سویرے ادا کی۔ اس کے بعد روشنی کے پوری طرح پھیل جانے تک مشعرالحرام کے پاس کھڑے دعا و مناجات کرتے رہے۔ طلوع آفتاب سے کچھ پہلے آپ یہاں سے روانہ ہوئے اوروادی محسر سے تیزی

کے ساتھ گزرتے ہوئے منیٰ پہنچ گئے ۔(مسلم، رقم ۱۲۱۸)

رمی

رمی میں آپ کا اُسوہ اور آپ کے اوقات

رمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے دن چاشت کے وقت اور بعد کے دنوں میں سورج ڈھلنے کے بعد کی ہے۔(بخاری، رقم ۱۷۴۶۔ مسلم، رقم ۱۲۹۹)

رمی کے لیے آپ جمرے کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوئے۔ بیت الحرام آپ کے بائیں جانب اور منیٰ دائیں جانب تھا۔ پھر آپ نے سات کنکریاں ماریں اور مارتے وقت ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہی۔ پہلے دو جمروں کے پاس آپ نے وقوف بھی فرمایا اور رمی کے بعد قبلہ رو ہو کر دیر تک تسبیح وتحمید، تکبیر وتہلیل اور دعا ومناجات کرتے رہے۔ جمرۂ عقبہ کے پاس، البتہ آپ بالکل نہیں ٹھیرے۔

(بخاری، رقم ۱۷۴۸، ۱۷۵۰، ۱۷۵۱، ۱۷۵۳۔ مسلم، رقم ۱۲۱۸، ۱۲۹۶)

قربانی

قربانی سے متعلق ایک اہم سوال کا جواب

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کے موقع پر قربانی عام طریقے سے ہوئی، تاہم ایک اہم سوال اس کے بارے میں بھی پیدا ہوا کہ ہدی کے جانور اگر راستے ہی میں مرنے کے قریب پہنچ جائیں تو کیا کیا جائے؟ ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے، جسے آپ نے قربانی کے اونٹ دے کر بھیجا تھا، پوچھا تو آپ نے فرمایا: ذبح کر کے ان کے نعل خون میں ڈبونا اور کوہان کے قریب رکھ دینا، پھر ان کا گوشت نہ تم کھانا اور نہ تمھارے ساتھی کھائیں۔ (مسلم، رقم ۱۳۲۵)

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے یہی پسند فرمایا کہ اِس طرح کے جانوروں کا تمام گوشت صدقہ کر دیا جائے۔

حلق و قصر

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ کا اُسوہ

حجۃ الوداع کے موقع پر حضور نے خود بھی حلق کرایا اور آپ کے بعض صحابہ نے بھی اسی کو ترجیح دی۔ (بخاری، رقم ۱۷۲۹۔ مسلم، رقم ۱۳۰۱)

حلق کی فضیلت

ابن عمر کی روایت ہے کہ سر منڈوانے والوں کے لیے آپ نے تین مرتبہ اور بال کٹوانے والوں کے لیے ایک مرتبہ دعا فرمائی۔ (بخاری، رقم ۱۷۲۷۔ مسلم، رقم ۱۳۰۳)

یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ قصر کے مقابلے میں حلق کی فضیلت بہر حال زیادہ ہے۔

متفرقات

حج وعمرہ سے متعلق چند باتیں اِن کے علاوہ بھی روایتوں میں نقل ہوئی ہیں۔

قیامِ منیٰ کے ایام میں نمازوں کا قصر

ایامِ تشریق میں اور اس سے پہلے بھی جب ۸/ذوالحجہ کو آپ مکہ سے منیٰ آئے تو جتنے دن قیام فرمایا، اس کے دوران میں تمام نمازیں قصر کر کے پڑھتے رہے۔

(بخاری، رقم ۱۶۵۵، ۱۶۵۶)

حج وعمرہ کے مناسک اور خواتین کے ایام

سیدہ عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں ایام سے تھی تو آپ نے فرمایا: تم اس حالت میں

ؓ یہ اِس لیے فرمایا کہ بعد میں آنے والوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ مردار نہیں، بلکہ قربانی کا گوشت ہے۔

حج کے تمام مناسک ادا کر سکتی ہو، مگر طواف نہیں کر سکتی۔ (بخاری، رقم ۲۹۴۔ مسلم، رقم ۱۲۱۱)

حالت عذر میں منیٰ میں رات گزارنے سے رخصت

علاقے کے بعض چرواہوں نے رات منیٰ میں گزارنے کے بجائے اپنے ریوڑوں کے پاس چلے جانے کی اجازت چاہی تو آپ نے اجازت دے دی اور فرمایا: یوم النحر کو کنکریاں مارنے کے بعد باقی دو دن کی کنکریاں ایک ہی دن مار لینا۔ (ابوداؤد، رقم ۱۹۷۶)

بچوں کا حج

ایک عورت نے اپنا بچہ آپ کی طرف اٹھایا اور پوچھا: کیا یہ بھی حج کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، لیکن اس کا اجر تمھارے لیے ہے۔ (مسلم، رقم ۱۳۳۶)

حج کی خواہشمند معذورین کی طرف سے حج

قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے پوچھا: یارسول اللہ، میرے باپ پر حج فرض ہے، مگر وہ اتنا بوڑھا ہے کہ سواری پر ٹھیر بھی نہیں سکتا۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپ نے فرمایا: کر سکتی ہو۔ (بخاری، رقم ۱۵۱۳۔ مسلم، رقم ۱۳۳۴)

حج کی نذر ماننے والے متوفی کی طرف سے حج

جہینہ کی ایک عورت نے حضور سے پوچھا: میری ماں نے حج کی نذر مانی تھی، اب وہ دنیا سے رخصت ہو گئی ہے، کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپ نے

فرمایا: ضرور کرو، کیا اس پر قرض ہوتا تو تم ادا کرتیں؟ یہ اللہ کا قرض ہے، اسے بھی ادا کرو، اس لیے کہ اللہ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اس کا قرض ادا کیا جائے۔

(بخاری، رقم ۱۸۵۲)

پہلے اپنا حج ادا کیا جائے

ایک شخص نے آپ کے سامنے 'لَبَّيْكَ عَنْ شُبْرُمَةَ' کہا۔ آپ نے پوچھا: یہ شبرمہ کون ہے؟ اس نے کہا: میرا بھائی ہے۔ آپ نے پوچھا: اپنا حج کر چکے ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ فرمایا: پہلے اپنا حج کرلو، اس کے بعد شبرمہ کی طرف سے کر لینا۔

(ابوداؤد، رقم ۱۸۱۱)

مناسک حج کی ادائیگی میں تقدیم وتاخیر

حجۃ الوداع کے موقع پر حضور منیٰ میں لوگوں کے سوالوں کا جواب دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو کسی نے پوچھا: مجھے معلوم نہ تھا، میں نے قربانی سے پہلے بال منڈوا لیے ہیں؟ آپ نے فرمایا: اب قربانی کرلو، کوئی حرج نہیں۔ کسی نے پوچھا: مجھے معلوم نہ تھا، میں نے رمی سے پہلے قربانی کر لی ہے؟ آپ نے فرمایا: اب رمی کرلو، کوئی حرج نہیں۔ غرض یہ کہ کسی بھی چیز کی تقدیم وتاخیر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے یہی

کہا کہ اب کرلو، کوئی حرج نہیں۔ (بخاری، رقم ۱۷۳۴، ۱۷۳۵۔ مسلم، رقم ۱۳۰۶، ۱۳۰۷)

مسجد حرام کا مقام

مسجد حرام میں نماز کو آپ نے اپنی مسجد کے سوا باقی سب مسجدوں میں ایک لاکھ نمازوں سے بہتر قرار دیا ہے۔ (مسند احمد، رقم ۱۴۷۳۳)

حرمِ مدینہ اور اُس کی حرمت

حرم مدینہ کے بارے میں آپ نے لوگوں کو متنبہ فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے جس طرح مکہ کو حرام ٹھیرایا ہے، میں نے اسی طرح مدینہ کو حرام ٹھیرایا ہے۔ لہٰذا اس کے دونوں کناروں کے درمیان میں کوئی شخص نہ کسی کا خون بہائے، نہ شکار کرے، نہ قتال کے لیے ہتھیار اٹھائے اور نہ کسی درخت کے پتے جھاڑے، الّا یہ کہ جانوروں کو کھلانا پیش نظر ہو۔ (بخاری، رقم ۱۸۶۹۔ مسلم، رقم ۱۳۲۶، ۱۳۷۴)

اسی طرح فرمایا کہ جس نے مدینہ میں کوئی بدعت پیدا کی یا بدعت پیدا کرنے والوں کو جگہ دی، اس پر اللہ اور اس کے فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔

(بخاری، رقم ۱۸۶۷۔ مسلم، رقم ۱۳۶۶)

مسجد نبوی کا مقام

اپنی مسجد میں نماز کو آپ نے بیت الحرام کے سوا باقی سب مسجدوں میں ہزار نمازوں سے بہتر قرار دیا ہے۔ (بخاری، رقم ۱۱۹۰۔ مسلم، رقم ۱۳۹۴)

اپنے گھر اور منبر کے درمیان کی جگہ کے بارے میں آپ نے فرمایا ہے کہ یہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر ٹھیک اس مقام پر ہے، جہاں قیامت میں میرا حوض ہوگا۔ (بخاری، رقم ۱۱۹۶۔ مسلم، رقم ۱۳۹۱)

چند اہم مسائل

دین میں حج و عمرہ کی حیثیت

''اسلام'' کا لفظ جس طرح پورے دین کے لیے استعمال ہوتا ہے، اسی طرح بندۂ مومن کے وجود میں دین کے ظاہر کو بھی بعض اوقات اسی لفظ اسلام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اپنے اس ظاہر کے لحاظ سے یہ اُن پانچ چیزوں سے عبارت ہے جن کی تاکید قرآنِ مجید نے بھی جگہ جگہ فرمائی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث میں یہ ایک ہی جگہ اِس طرح بیان ہوئے ہیں:

اَلْاِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ ، وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ ، وتَصُوْمَ رَمَضَانَ ، وَ تَحُجَّ الْبَيْتَ۔ (مسلم، رقم ۱)

''اسلام یہ ہے کہ تم اِس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے رسول ہیں اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور بیت الحرام کا حج کرو''۔

چنانچہ معلوم ہوا کہ حج کی عبادت دین کے اُن بنیادی اعمال میں سے ایک ہے جن سے ایک بندۂ مومن کا دین اُس کے خارج میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔ عمرہ، اعتکاف اور قربانی کی عبادات کا ذکر یہاں محض اِس وجہ سے نہیں ہوا کہ حکم کے اعتبار سے وہ مسلمانوں پر لازم نہیں کی گئی ہیں۔ تاہم حقیقت کے لحاظ سے ان کی حیثیت بھی اسلام ہی کی ہے۔

احرام سے قبل پسندیدہ اعمال

احرام سے قبل جو اعمال پسندیدہ اعمال کی حیثیت سے کیے جا سکتے ہیں، وہ یہ ہیں:

۱) بڑھے ہوئے ناخن تراشے جائیں۔

۲) مونچھوں کو پست کیا جائے۔

۳) زیرناف کے بال مونڈے جائیں۔

۴) بغل کے بال صاف کیے جائیں۔

۵) غسل کیا جائے۔

۶)جسم پر خوشبو لگائی جائے۔

مباحاتِ احرام

حالت احرام کے وہ جائز امور جن کی عام طور پر آدمی کو ضرورت پڑتی ہے، حسب ذیل ہیں:

۱)ضرورت کے موقع پر غسل کرنا۔

۲)ناک، منہ اور دانتوں کی صفائی کا اہتمام کرنا۔

۳)جسم یا سر کو کھجانا۔

۴)ٹخنوں سے نیچے تک جوتے پہننا۔

۵)چشمہ لگانا یا کانٹیکٹ لینس کا استعمال کرنا۔

۶)ہاتھ میں گھڑی باندھنا۔

۷)کمر میں بیلٹ وغیرہ باندھنا۔

۸)ضرورت کے موقع پر لباسِ احرام کو تبدیل کرنا یا اُسے دھو لینا۔

۹)سایہ کے لیے چھتری کا استعمال کرنا۔

۱۰)سامانِ سفر کو سر پر اُٹھانا۔

۱۱)ٹیکہ لگوانا۔

۱۲) زخم پر پٹی باندھنا۔

۱۳) موذی جانور کو مار دینا۔

قربانی کا حکم اور اُس کی صورتیں

حج وعمرہ میں قربانی کے حوالے سے قدیم سنت یہ ہے کہ اِن عبادات کی غرض سے آنے والے اپنے گھر سے قربانی کا جانور ساتھ لے کر آئیں۔ اُس صورت میں وہ حالت احرام کی پابندیوں سے اس وقت تک باہر نہیں آسکتے جب تک کہ حج میں یوم النحر کو جمرۂ عقبہ کی رمی کے بعد، اور عمرہ میں صفا ومروہ کی سعی سے فارغ ہو کر اُس جانور کی قربانی کر کے وہ اپنے سر نہ منڈوالیں۔ حج اور عمرہ کی اپنی قربانی کی یہی صورت ہے۔ یہ البتہ واضح رہے کہ یہ قربانی حج وعمرہ کے لازمی مناسک میں سے نہیں ہے۔ دونوں عبادات میں اس کی حیثیت ایک تطوع عمل اور پسندیدہ سنت کی ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ حج کرنے والا اگر حج ہی کے ایک سفر میں عمرہ کی سعادت بھی حاصل کر لے تو اُس صورت میں ایک ہی سفر میں دونوں عبادات کا فائدہ اُٹھانے کی بنا پر ۱۰ ذوالحجہ یوم النحر کو اُسے اِس کا فدیہ ادا کرنا ہوگا۔ اس فدیے کی دو صورتیں ہیں:

۱) اونٹ، گائے اور بکری میں سے جو جانور بھی میسر ہو، اُس کی قربانی کی جائے۔

۲) یہ ممکن نہ ہو تو دس روزے رکھے جائیں: تین حج کے دنوں میں اور سات حج

سے واپسی کے بعد۔ (البقرہ ۲:۱۹۶)

اور اگر اُس نے اپنے اس سفر میں صرف حج ادا کیا، عمرہ ادا نہیں کیا۔ اور جانور بھی ساتھ لے کر نہیں آیا تو اُس صورت میں اس پر قربانی لازم نہیں ہے۔

نادانستہ احرام کی خلاف ورزی

نادانستہ طور پر، بغیر قصد و ارادہ کے اگر کسی شخص سے کوئی ایسا فعل سرزد ہو جائے جسے احرام کی خلاف ورزی کہا جا سکے، تو اس صورت میں ایسے شخص پر نہ کوئی گناہ ہے اور نہ کوئی فدیہ۔ اِس طرح کے معاملات میں قانون یہ ہے کہ اگر بلا ارادہ کوئی ایسی بات ہو جائے جو بظاہر تو ایک ممنوع فعل ہو، مگر اس میں درحقیقت اُس ممنوع فعل کی نیت نہ ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ کوئی مواخذہ نہ کریں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ فِيۡمَاۤ اَخۡطَاۡ تُمۡ بِهٖ ، وَلٰكِنۡ مَّا تَعَمَّدَتۡ قُلُوۡبُكُمۡ، وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا۔ (الاحزاب ۳۳:۵)

''اور جس معاملے میں تم سے غلطی ہو گئی اُس پر تم سے کوئی مواخذہ نہیں، البتہ تمہارے دلوں نے جس بات کا عزم کر لیا (اُس پر مواخذہ ہے)۔ اور اللہ بخشنے والا ہے۔ اُس کی شفقت

ابدی ہے''۔

خواتین اگر ایام سے ہوں تو اُن کے لیے کیا حکم ہے؟

حج یا عمرہ کی ادائیگی کے موقع پر اگر کوئی خاتون ایام سے ہو تو ایسی حالت میں وہ جس طرح نماز سے مستثنیٰ ہوتی ہے اسی طرح وہ نماز کے لیے مقرر جگہوں پر بھی نہیں جا سکتی۔ چنانچہ اس کے لازمی نتیجے کے طور پر وہ اِس حالت میں اُن مناسک کو بھی ادا نہیں کر سکتی جو مسجد حرام میں ادا کیے جاتے ہیں۔ اور وہ دو ہی مناسک ہیں: 'بیت اللہ کا طواف' اور 'صفا و مروہ کی سعی'۔ اِن کے سوا باقی تمام مناسک وہ دوسرے حجاج و معتمرین کی طرح ادا کرے گی۔ طواف اور سعی کو اُسے پاکیزگی کی حالت لوٹ آنے تک مؤخر کرنا ہو گا۔ مناسک کا آغاز کرنے سے پہلے ہی اگر وہ ایام سے ہو تب بھی میقات یا اس کے محاذات سے وہ اپنے مناسک کا آغاز کر سکتی ہے۔ مقامِ سعی کو جب تک مسجد حرام میں شامل نہیں کیا گیا تھا، اُس وقت تک اِس حالت میں عورتوں کو سعی کرنے کی اجازت بھی حاصل تھی، جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر سیدہ عائشہؓ ایام سے تھیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا: تم اِس حالت میں حج کے تمام مناسک ادا کر سکتی ہو، مگر طواف نہیں کر سکتی۔ (بخاری، رقم ۲۹۴۔ مسلم، رقم ۱۲۱۱)

حج و عمرہ کے اذکار

حج وعمرہ کے مناسک میں محض تلبیہ کا ذِکر ہے جسے شریعت میں سنت کی حیثیت سے مقرر کیا گیا ہے۔ تلبیہ کے سوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول تمام مواقع کی دعا ومناجات، تکبیرات اوراذکار آپ کا اُسوۂ حسنہ ہیں۔

ایک سفر میں ایک سے زائد عمرے اور رسول اللہ کا اُسوہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دارالہجرت مدینہ منورہ سے حج وعمرہ کے لیے جو سفر بھی کیے، اُن میں کوئی ایک سفر بھی ایسا نہیں ہے جس میں آپ نے ایک سے زائد عمرہ کیا ہو۔ ہر سفر میں آپ نے ایک ہی عمرہ ادا کیا ہے۔ جس طرح مکہ مکرمہ سے باہر نکل کر عمرہ کرنا آپ سے ثابت نہیں ہے اسی طرح ایک سفر میں ایک سے زائد عمرہ کرنا بھی آپ سے قطعاً ثابت نہیں ہے۔

حالت احرام میں جانور ذبح کرنا

حالت احرام میں قربانی کے موقع پر یا اپنی ضرورت کے تحت جانور ذبح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اِس باب میں جو چیز ممنوع ہے وہ جانور ذبح کرنا نہیں، بلکہ شکار کرنا ہے۔

قیامِ منیٰ کے ایام

منٰی میں قیام کے بارے میں یہ واضح رہے کہ اس کے دن ۱۳/ ذوالحجہ تک ہیں۔ آدمی، البتہ چاہے تو ۱۲ کو بھی واپس آ سکتا ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ آدمی ۱۲ کو واپس آئے یا ۱۳ کو۔ دونوں ہی صورتوں میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ اصل اہمیت اس کی نہیں کہ لوگ کتنے دن ٹھیرے، بلکہ اس کی ہے کہ جتنے دن بھی ٹھیرے، خدا کی یاد میں اور اس سے ڈرتے ہوئے ٹھیرے:

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ، فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ، وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقٰى، وَاتَّقُوا اللّٰهَ، وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ. (البقرہ ۲: ۲۰۳)

''اور (منٰی کے) چند متعین دنوں میں اللہ کو یاد کرو۔ پھر جس نے جلدی کی اور دو ہی دنوں میں چل کھڑا ہوا، اُس پر بھی کوئی گناہ نہیں اور جو دیر سے چلا اُس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔ (ہاں، مگر) اُن کے لیے جو اللہ سے ڈریں اور تم بھی اللہ سے ڈرتے رہو، اور خوب جان لو کہ (ایک دن) تم اُسی کے حضور میں اکٹھے کیے جاؤ گے''۔

اصلاح طلب اُمور

بعض ایسے اعمال یا تصورات ہیں جو حج و عمرہ میں قرآن و سنت اور نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کے علم وعمل کی روایت کی حیثیت سے ثابت تو نہیں ہیں، لیکن اب بالعموم لوگ اُنھیں حج وعمرہ کی شریعت سمجھ کر یا اُس شریعت کی اصل روح سے ناواقفیت کی بنا پر دین کی حیثیت سے اختیار کرتے اور اُن کا اہتمام کرتے ہیں۔ اگر غور کیا جائے تو ایسے اصلاح طلب امور بے شمار ہیں، البتہ اُن میں سے چند شایع و ذایع غلطیوں کی طرف ہم یہاں اشارہ کیے دیتے ہیں:

حج وعمرہ کی شایع وذایع غلطیاں

احرام

۱) احرام کے موقع پر نیت کا زبانی اظہار کرنا دین میں مشروع نہیں ہے۔ شریعت میں جس طرح دیگر عبادات؛ مثلاً نماز، زکوٰۃ، روزہ واعتکاف اور قربانی میں نیت کے زبانی اظہار کا کوئی حکم نہیں دیا گیا، اسی طرح حج وعمرہ کے آغاز میں احرام کے موقع پر بھی مخصوص الفاظ ادا کر کے نیت کرنا دین میں مشروع نہیں ہے۔ عام طور پر حج وعمرہ کی کتابوں میں جو بتایا جاتا ہے کہ اس موقع پر آدمی 'اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ أُرِيْدُ الْحَجَّ فَيَسِّرْهُ لِیْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ' وغیرہ کے الفاظ سے نیت کرے، اِس طرح کی کوئی چیز قرآن وسنت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم وعمل

سے ثابت نہیں ہے۔ اور عبادات میں جس چیز کو آپ کی نسبت حاصل نہیں، اُسے دین کی حیثیت سے، بالبداہت واضح ہے کہ قطعاً پیش نہیں کیا جاسکتا۔

۲) بعض لوگ دانستہ طور پر میقات یا اُس کے محاذات سے احرام باندھنے کا اہتمام نہیں کرتے۔ ان کا یہ عمل بھی درست نہیں ہے۔ حج وعمرہ کے مناسک میں میقات سے احرام باندھنے کو چونکہ شریعت کی حیثیت سے مقرر کیا گیا ہے، چنانچہ اِس سے غفلت کی کسی کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ حج یا عمرہ کی غرض سے سفر کرنے والے ہر شخص کو اِس کا اہتمام کرنا چاہیے۔

۳) عام طور پر حج یا عمرہ کے احرام کے موقع پر دو رکعت نماز کی ادائیگی کو ضروری اور مناسک کا حصہ سمجھا جاتا ہے۔ اِس طرح کی کوئی نماز اس موقع پر شریعت میں مقرر نہیں کی گئی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اِس طرح کی کوئی چیز منقول نہیں ہے۔ آدمی بغیر کسی نماز کے بھی احرام باندھ سکتا ہے۔ اور وہ چاہے تو اُس موقع پر اگر کسی نماز کا وقت ہو تو اُس سے فارغ ہو کر بھی تلبیہ پکار سکتا ہے۔ تاہم ان میں سے کسی عمل کو دین و شریعت کی حیثیت سے پیش نہیں کیا جاسکتا۔

۴) حالت احرام میں مردوں کے لیے اس طرح کے کوئی جوتے پہننا بھی لازم نہیں ہے کہ جن میں اُن کے پاؤں کی اوپر والی اُبھری ہوئی ہڈی کھلی رہے، جیسا کہ

بعض اہل علم کی رائے ہے۔ اِس طرح کی کوئی چیز بھی حج وعمرہ کی شریعت میں موجود نہیں ہے۔ اس باب میں جو چیز شریعت کی حیثیت سے مقرر کی گئی ہے، وہ صرف یہ ہے کہ آدمی پاؤں میں جوتے یا موزے، جو کچھ بھی پہنے، وہ بہر حال ٹخنوں سے نیچے تک ہونے چاہییں۔

۵) یہ تصور بھی درست نہیں ہے کہ احرام کے کپڑے دھوئے جا سکتے ہیں، نہ کسی صورت میں تبدیل کیے جا سکتے ہیں۔ ضرورت محسوس ہو تو مرد اور خواتین دونوں، لباسِ احرام کو دھو بھی سکتے ہیں اور اُسے تبدیل بھی کیا جا سکتا ہے۔ حج وعمرہ کرنے والوں کے لیے دین نے اِس طرح کی کوئی پابندی عائد نہیں کی ہے۔

٦) حالت احرام میں خواتین کا چہرے کو کپڑا مَس کیے بغیر نقاب پہننا بھی قطعاً درست نہیں ہے۔ اِس حالت میں خواتین کے لیے، جیسا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے، شریعت کا حکم یہ نہیں ہے کہ وہ نقاب کا کپڑا اپنے چہرے پر نہ لگنے دیں۔ بلکہ حکم یہ ہے کہ وہ چہرے پر نقاب نہ پہنیں؛ اُسے کھلا رکھیں۔ چنانچہ اِس سے واضح ہے کہ یہ غلطی حکم کو صحیح طور پر نہ سمجھنے کی بنا پر عام ہوئی ہے۔ اِس عمل کے لیے بھی دین میں کوئی ماخذ موجود نہیں ہے۔ البتہ مردوں سے اختلاط کے کسی ایسے موقع پر جس میں خواتین یہ ضرورت محسوس کریں کہ اُن سے اختلاط مناسب نہیں ہے تو وہ کسی پردے کی اوٹ میں

رہ سکتی ہیں۔ تاہم حالت احرام میں نقاب وغیرہ پہن کر چہرہ چھپائے رکھنے کا اہتمام کرنے کی اجازت اُنہیں قطعاً حاصل نہیں ہوسکتی۔

۷) ۸ ذوالحجہ کو مکہ مکرمہ میں حج کا احرام باندھنے کے بعد بیت اللہ میں حاضری اور دو رکعت نماز ادا کرنے کو باعث فضیلت سمجھنا بھی دین میں کسی اعتبار سے درست نہیں ہے۔ حج کے احرام کے موقع پر اِس طرح کی کوئی چیز دین میں پسندیدہ عمل کی حیثیت سے ثابت نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ارشاد سے بھی اِس طرح کے کسی عمل کی کوئی فضیلت روایت نہیں ہوئی ہے۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا عمل جو روایتوں میں نقل ہوا ہے، وہ بھی اِس کے برخلاف ہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ شہر مکہ کے مشرقی جانب کے نشیبی علاقے میں مقیم تھے۔ اپنی جائے قیام سے احرام باندھ کر آپ بیت الحرام میں حاضر نہیں ہوئے، بلکہ سیدھے منیٰ کی طرف روانہ ہوئے تھے۔

۸) بعض لوگ حج کے لیے مسجد حرام میں جا کر احرام باندھنے کو باعث فضیلت سمجھتے ہیں۔ اِس تصور کے لیے بھی دین میں کوئی ماخذ موجود نہیں ہے۔

۹) یہ تصور بھی درست نہیں ہے کہ عمرہ میں استعمال شدہ احرام کے کپڑوں کو حج میں لباسِ احرام کے طور پر استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ اس طرح کا کوئی حکم حج و عمرہ کی

شریعت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں موجود نہیں ہے۔

۱۰) بعض حضرات کے ہاں ایک تصور یہ بھی پایا جاتا ہے کہ احرام باندھتے وقت آدمی کے لیے جوتے پہنے ہوئے ہونا ضروری ہے؛ بصورتِ دیگر اس کے بعد جوتے پہننے کی اجازت بھی ختم ہوجائے گی۔ یہ تصور بھی بالکل باطل ہے۔ اِس کی حیثیت بھی دین میں ایجاد بندہ کی ہے۔ دینی اعتبار سے جوتے پہنے ہوئے احرام باندھنا کوئی ضروری چیز ہے، نہ یہ احرام کی کوئی شرط ہے۔ احرام جوتے پہنے بغیر بھی باندھا جاسکتا ہے۔ احرام باندھ لینے کے بعد جوتے پہننے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ ان میں سے کسی عمل کو کوئی دینی حیثیت حاصل نہیں ہے۔

تَلبیہ

۱۱) اجتماعی طور پر ایک آواز میں تلبیہ پکارنا بھی دینی اعتبار سے کوئی پسندیدہ عمل نہیں ہے۔ آدمی چاہے تو اسے اختیار کرسکتا اور چاہے تو ترک بھی کرسکتا ہے۔ لیکن یہ واضح رہے کہ یہ چیز بسا اوقات دوسروں کے لیے باعث اذیت بن جاتی اور اُن کے خشوع وخضوع کو مجروح کردیتی ہے۔ چنانچہ اس کا خیال رکھنا چاہیے۔

۱۲) تلبیہ کے بجائے بعض حجاج کا تکبیر وتہلیل پکارتے رہنا بھی قابل اصلاح ہے۔ تلبیہ تو ہر صورت میں پکارا جائے گا۔ اِس لیے کہ یہی وہ واحد ذکر ہے جسے حج وعمرہ

میں سنت کی حیثیت سے مشروع کیا گیا ہے۔اِس کے ساتھ ساتھ تکبیر وتہلیل بھی کی جاسکتی ہے۔البتہ اسے چھوڑ کراوراس کے بجائے دیگراذ کارکواختیار کرنا،مشروع ذکرکو ترک کردینے کی بنا پر درست نہیں ہے۔

مسجدِ حرام میں داخلہ

۱۳)حج وعمرہ کے موقع پر مسجد حرام میں کسی مخصوص دروازہ سے داخلہ کو بھی،جیسا کہ بعض لوگ خیال کرتے ہیں،دین میں مشروع نہیں کیا گیا ہے۔آدمی جس دروازہ سے چاہے داخل ہوسکتا ہے۔

۱۴) مسجد حرام میں داخل ہوکر بیت الحرام کو پہلی مرتبہ دیکھنے کے موقع پر مخصوص دعاؤں کی تعیین کرنا اور اُنہیں مشروع سمجھنا بھی درست نہیں ہے۔اِس طرح کی کوئی چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔چنانچہ اس کی اصلاح بھی کر لینی چاہیے۔

طواف

۱۵) بعض لوگ طواف کے لیے غسل کرتے ہیں۔اس کی حیثیت بھی دین میں کسی مشروع عمل کی نہیں ہے۔یعنی جو شخص طواف کا ارادہ کرکے اُس کے لیے غسل کرتا ہے تو اُس کے اِس عمل کو کوئی دینی حیثیت حاصل نہیں ہے۔بلکہ یہ ایک قابل

اصلاح چیز ہے۔

۱۶) طواف کا آغاز کرتے ہوئے نیت کا زبانی اظہار کرنا بھی دین میں مشروع نہیں ہے۔حج وعمرہ سے متعلق کتابوں میں عام طور پر جو بتایا جاتا ہے کہ اس موقع پر آدمی 'اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الطَّوَافَ سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ لِلْحَجِّ اَوْ لِلْعُمْرَةِ' وغیرہ کے الفاظ سے طواف کی نیت کرے۔ اِس طرح کی کوئی چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم وعمل سے ثابت نہیں ہے۔اور عبادات میں جس چیز کو آپ کی نسبت حاصل نہیں، اُسے دین کی حیثیت سے، بالبداہت واضح ہے کہ قطعاً پیش نہیں کیا جاسکتا۔چنانچہ اِس کی اصلاح کر لینی چاہیے۔

۱۷) دور سے حجر اسود کے استلام کے لیے مطاف میں لگائے گئے نشان پر رُک کر قبلہ رو ہونے اور دونوں ہاتھوں سے اُس کی طرف اشارہ کرکے ہاتھوں کو چومنے کے لیے بھی دین میں کوئی ماخذ موجود نہیں ہے۔طواف کرتے ہوئے اس مقام پر ٹھہرنا، قبلہ رخ ہونا، اشارہ کے لیے دونوں ہاتھوں کو اُٹھانا اور پھر انہیں چومنا، ان میں سے کوئی عمل بھی دین میں مشروع نہیں ہے۔صحیح طریقہ یہ ہے کہ طواف کرنے والا طواف کے دوران میں کسی مقام پر نہ ٹھہرے۔حجر اسود کے محاذات پر پہنچے تب بھی چلتے ہوئے دائیں ہاتھ سے اُس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے گزر جائے۔عامۃ الناس کے اس

عمل کے لیے بھی حج وعمرہ کے مناسک میں کوئی بنیاد موجود نہیں ہے۔موجودہ زمانے میں مطاف میں یہ نشان اس عمل کے لیے نہیں، بلکہ طواف کرنے والوں کو محض اس بات کا اشارہ دینے کے لیے لگایا گیا ہے کہ وہ حجراسود کے محاذات میں ہیں۔اور یہ اس لیے کہ بیت الحرام کے طواف کا ہر پھیرا حجراسود کے محاذات ہی سے شروع ہوتا ہے۔

۱۸) بعض لوگ طواف کے ہر پھیرے میں حجراسود کا بوسہ لینے پر اصرار کرتے ہیں۔ ہر پھیرے میں اگر بآسانی بوسہ لیا جاسکتا ہو اور اس کے نتیجے میں لوگوں کو کوئی اذیت اور تکلیف بھی نہ پہنچے تو اُس صورت میں کوئی حرج نہیں ہے کہ آدمی ہر پھیرے میں بوسہ لے لے۔تاہم ہجوم کے باعث اگر ہر پھیرے میں بوسہ لینا ممکن نہ ہو اور پھر بھی اس پر اصرار کیا جائے تو یہ ایک اصلاح طلب چیز ہے۔اِس لیے کہ یہ رویہ لوگوں کے لیے شدید تکلیف اور اذیت کا باعث بن جاتا ہے۔ایسی صورت میں صحیح طریقہ یہ ہے کہ آدمی مطاف میں جس جگہ پر بھی ہو؛ جب وہ حجراسود کے محاذات میں پہنچے تو اُس کی طرف دائیں ہاتھ سے اشارہ کرتا ہوا گزر جائے۔

۱۹) طواف کے دوران میں بلند آواز سے دعا ومناجات کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔اِس لیے کہ اِس کے نتیجے میں طواف کرنے والے دوسرے لوگوں کا خشوع وخضوع مجروح ہوتا اور اکثر لوگوں کے لیے یہ چیز باعث اذیت بھی بن جاتی ہے۔پھر

دین کی رو سے یہ کوئی پسندیدہ عمل بھی نہیں ہے۔

۲۰) طواف کے ہر پھیرے کے لیے مخصوص دعاؤں کی تعیین کے لیے بھی دین میں کوئی ماخذ موجود نہیں ہے۔ اِس طرح کی کوئی چیز طواف میں مشروع نہیں ہے۔ یہ طواف کی اُن شایع و ذایع غلطیوں میں سے ایک ہے جن کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم و عمل سے کوئی بات ثابت نہیں ہے۔ پھر یہ دین کا مزاج بھی نہیں ہے کہ وہ عبادات میں بندوں کے لیے تمام دعاؤں کو خود متعین کر کے اُنھیں ان کا پابند کر دے۔ اس لیے کہ ہر بندۂ خدا کے اپنے حالات ہوتے ہیں، اپنے مسائل اور اپنی پریشانیاں ہوتی ہیں۔ بیت اللہ جیسے عظیم مقام پر پہنچ کر عقل و فطرت کی رو سے بھی ہر بندۂ خدا کو یہ اجازت حاصل ہونی چاہیے کہ اب وہ جس طرح اور جس زبان میں چاہے، اپنے پروردگار کے حضور میں دعا و مناجات کرے؛ اُس سے ہم کلام ہو، اپنے مسائل اُس کے سامنے رکھے، اپنی الجھنوں کو اُس کے حضور میں بیان کرے، دنیا و آخرت کی فلاح کا سوال اُس کی بارگاہ میں پیش کرے۔

۲۱) طواف کے دوران میں رُکن یَمانی کو بوسہ دینا یا دور سے اُس کی جانب اشارہ کرنا یا اُسے ہاتھ سے چھو کر ہاتھ کو چومنا بھی درست نہیں ہے۔ اِس طرح کا کوئی عمل چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، چنانچہ اس کی اصلاح بھی کر لینی چاہیے۔ تاہم

اِس باب میں، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے رکن یمانی کو صرف ہاتھ سے چھونا ثابت ہے۔ (بخاری، رقم ۱۶۰۶، ۱۶۰۹۔ مسلم، رقم ۱۲۶۷، ۱۲۶۸)

۲۲) طواف کرتے ہوئے بعض لوگوں کا بیت اللہ کی عمارت کے ہر کونے کو چھونا یا اُسے چومنا بھی ایک اصلاح طلب عمل ہے۔ یہ عمل بھی لوگوں کی اپنی ایجادات میں سے ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح کی کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔

۲۳) بعض لوگ طواف کے تمام پھیروں میں مسلسل دوڑتے رہتے ہیں۔ یہ بھی ایک لغو عمل ہے۔ دین میں اس کے لیے کوئی بنیاد موجود نہیں ہے۔ اس کی اصلاح بھی ہونی چاہیے۔

۲۴) طواف کے دوران میں بیت اللہ کی دیواروں، اُس کے غلاف یا اُن شیشوں کو چھونا یا چومنا قطعاً درست نہیں ہے جن میں ابراہیمی پتھر کو محفوظ کیا گیا ہے۔ یہ ایک غیر مشروع عمل ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم و عمل کی روایات میں اِس عمل کے لیے بھی کوئی بنیاد موجود نہیں ہے۔

۲۵) طواف کرتے ہوئے بعض لوگ حطیم کے اندر سے گزر جاتے ہیں۔ یہ بھی ایک غلطی ہے۔ حطیم، جیسا کہ حج و عمرہ کے مقامات کے زیرِ عنوان پہلے بیان کیا جا چکا ہے، دراصل بیت اللہ ہی کا حصہ ہے جو قریش کی جانب سے کی گئی اُس کی تعمیر کے موقع

پر اُس کی عمارت سے باہر رہ گیا تھا۔ چنانچہ ہر طواف کرنے والے کو یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے کہ اُس کا طواف پورے بیت اللہ کو شامل ہونا چاہیے۔

۲۶) طواف کے دوران میں عجلت کا مظاہرہ کرنا، حجر اسود اور رکن یمانی کے پاس ازدحام کرنا، ایک دوسرے سے جھگڑنا، زور آزمائی کرنا، دھکم پیل کرنا اور دوسروں کے لیے باعث اذیت بن جانا؛ یہ سب اصلاح طلب ہے۔ اِس بات کی اشد ضرورت ہے کہ حجاج و معتمرین اِن تمام چیزوں کی اصلاح کریں۔ طواف کے دوران میں ہر مسلمان کو یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ وہ ایک بہت ہی غیر معمولی مقدس مقام پر، اُس حرمت والے گھر کا طواف کر رہا ہے جسے روئے زمین پر اللہ پروردگار عالم نے اپنی عبادت کے لیے خاص کر رکھا ہے۔ وہ طواف و استلام کے ذریعہ سے علامتی زبان میں یہاں اپنے وجود کو اپنے پروردگار کے حوالے اور اُس کے ساتھ کیے گئے اسلام کے عہد کی تجدید کر رہا ہے۔ اخلاقی تقاضوں کے ساتھ ساتھ اِس گھر کے احترام کا تقاضا بھی ہے کہ اِس میں اللہ کی عبادت اور اِس کا طواف کرنے والا ہر شخص اِس حضوری کے مقام پر ہمہ وقت سکون و اطمینان کا مظاہرہ کرے اور اُس سے کسی بندۂ خدا کو کوئی اذیت نہ پہنچے۔

۲۷) بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ نماز کی طرح ہاتھ باندھے ہوئے طواف کر تے ہیں۔ یہ بھی ایک اصلاح طلب چیز ہے۔ طواف کے دوران میں یہ کوئی پسندیدہ عمل

ہے، نہ اس کی کوئی دینی حیثیت ہے۔

۲۸) طواف کے اختتام پر ابراہیمی پتھر کے پاس دو رکعت نماز کی ادائیگی پر اصرار کے لئے بھی دین میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ مسجد حرام میں جو جگہ بھی میسر ہو، یہ نماز وہاں پڑھی جاسکتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیمی پتھر کے پیچھے جا کر دو رکعت نماز غالباً اِس وجہ سے پڑھی تھی کہ طواف کرنے والوں کو کوئی زحمت نہ ہو۔ کیونکہ اُس زمانے میں اس مقام پر طواف کرنے والوں کا گزر نہ تھا۔ طواف کی جگہ بیت اللہ کی عمارت سے ابراہیمی پتھر ہی تک تھی۔ جس کے بعد لوگوں کے مکانات تھے۔ گویا یہ مقام اُس زمانے میں حد مطاف کی علامت تھی۔ چنانچہ طواف کے بعد نماز کے لیے ہمیں بھی کسی ایسے مقام کا انتخاب کرنا چاہیے جہاں طواف کرنے والوں سے کوئی تصادم نہ ہو۔

سعی

۲۹) طواف ہی کی طرح سعی کا آغاز کرتے ہوئے بھی نیت کا زبانی اظہار کرنا دین میں مشروع نہیں ہے۔

۳۰) ہر پھیرے میں صفا اور مروہ پر پہنچ کر دونوں ہاتھوں سے بیت اللہ کی طرف اشارہ کرنا اور ہاتھوں کو چومنا بھی درست نہیں ہے۔ دین میں اِس طرح کی کوئی چیز ح

وعمرہ کے مناسک میں مقرر کی گئی ہے، نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ میں ایسا کوئی عمل روایت ہوا ہے۔ چنانچہ یہ اصلاح طلب ہے۔

۳۱) طواف کی طرح سعی کے ہر پھیرے کے لیے مخصوص دعاؤں کی تعیین کرنا بھی ایک ایسی قابل اصلاح چیز ہے جس کے لیے بھی دین میں کوئی ماخذ موجود نہیں ہے۔ یہ سعی کی اُن شایع وذایع غلطیوں میں سے ایک ہے جن کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم وعمل سے کوئی بات ثابت نہیں ہے۔ اس موقع پر بھی ایک بندۂ مومن جو دعا چاہے کرسکتا، جو ذکر چاہے اختیار کرسکتا اور جیسے چاہے اپنے پروردگار سے ہم کلام ہوسکتا ہے۔

۳۲) بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ سعی کے تمام چکروں میں مسلسل دوڑتے رہتے ہیں۔ یہ بھی ایک اصلاح طلب چیز ہے۔ اس کی کوئی دینی حیثیت نہیں ہے۔

۳۳) بعض لوگ صفا سے آغاز کر کے واپس صفا تک ایک چکر شمار کرتے ہوئے سات پھیرے سعی کرتے ہیں۔ یہ بھی سعی کی غلطیوں میں سے ایک ہے۔ شریعت کی رو سے سعی میں، جیسا کہ اوپر بیان کیا جاچکا، صفا سے مروہ تک ایک اور مروہ سے صفا تک دوسرا پھیرا شمار کیا جاتا ہے۔ چنانچہ سعی کے سات پھیرے بہرحال اِسی ترتیب سے مکمل کیے جائیں گے۔

۳۴) سعی سے فارغ ہو کر بعض لوگ دو رکعت نماز ادا کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ حج وعمرہ کے مناسک میں اس موقع پر کوئی نماز شریعت میں مقرر نہیں کی گئی ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ کے عمل سے بھی اس طرح کی کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔ چنانچہ اس کی اصلاح کرنی چاہیے۔

حلق و قصر

۳۵) حلق وقصر کے موقع پر ایک غلطی یہ پائی جاتی ہے کہ بعض لوگ پورے سر کا حلق کرانے کے بجائے اُس کے محض کچھ حصے کو منڈواتے ہیں۔ اور قصر کراتے ہوئے بھی پورے سر کی حجامت کی بجائے سر کے کچھ تھوڑے سے بال کاٹ کر، جیسا کہ عورتوں کے لیے حکم ہے، احرام کھول دیتے ہیں۔ یہ دونوں ہی چیزیں قطعاً درست نہیں ہیں۔ حج وعمرہ کی شریعت میں یہ لازم ہے کہ آدمی حلق کرائے یا قصر، بہر حال اُسے پورے سر کو شامل ہونا چاہیے۔

۳۶) بعض لوگ قبلہ رخ ہو کر حلق کرانے کو باعث فضیلت سمجھتے ہیں۔ یہ تصور بھی درست نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم وعمل سے اس طرح کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔ چنانچہ یہ ایک اصلاح طلب چیز ہے۔

یوم الترویہ

۳۷)بعض حجاج ۸/ذوالحجہ کومنیٰ میں حاضر ہونے کے بجائے بغیر کسی عذر کے، سیدھے میدانِ عرفات چلے جاتے ہیں۔ یہ عمل قطعاً درست نہیں ہے۔ یوم الترویہ یعنی حج کے پہلے دن شریعت کا حکم یہ ہے کہ حجاج منیٰ میں حاضر ہوں اور ۹/ذوالحجہ کی صبح تک وہیں قیام کریں۔ تاہم جولوگ کسی عذر کے باعث پہلے دن منیٰ میں حاضر نہ ہوسکیں، اُن کے لیے کوئی حرج کی بات نہیں ہے کہ وہ یوم عرفہ کو براہ راست میدان عرفات میں حاضر ہوں۔

یومِ عرفہ

۳۸)بعض لوگ وقوفِ عرفہ کے لیے غسل کرتے اور اسے باعث فضیلت سمجھتے ہیں۔ اس کے لیے بھی دین میں کوئی ماخذ موجود نہیں ہے۔ یہ بھی ایک قابل اصلاح چیز ہے۔

۳۹)بعض حجاج یومِ عرفہ کو ظہر اور عصر کی نمازیں قصر اور جمع کرکے پڑھنے کے بجائے اپنے اپنے اوقات میں چار چار رکعت پڑھتے ہیں اور مزید یہ کہ ان نمازوں کے ساتھ نوافل کا اہتمام بھی کرتے ہیں۔ یہ عمل بھی قطعاً غلط اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر

کردہ سنت اور آپ کے اُسوہ کے خلاف ہے۔ ابلیس کے خلاف جنگ کی تمثیل کے تقاضے سے یہ بات بحیثیت سنت، مناسک حج کی شریعت میں مقرر کی گئی ہے کہ یوم عرفہ کو حجاج ظہر اور عصر کی نمازیں جمع اور قصر کر کے پڑھیں۔ سفر یا اقامت سے اِس کا قطعی کوئی تعلق نہیں ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کو اِس معاملہ میں شریعت کے مقرر کردہ قانون کی پیروی اور اپنے عمل کی اصلاح کرنی چاہیے۔ جہاں تک ان نمازوں کے ساتھ نوافل پڑھنے کا تعلق ہے تو یہ واضح رہے کہ اِس معاملے میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ یہ ہے کہ اُس موقع پر آپ نے کوئی نفل نماز ادا نہیں کی (مسلم، رقم ۱۲۱۸)۔ چنانچہ لوگوں کا یہ عمل بھی آپ کے اُسوہ سے مختلف اور قابل اصلاح ہے۔

۴۰) عرفات میں بعض لوگ جبل رحمت کے پاس وقوف کو ضروری سمجھتے اور اس پر اصرار کرتے ہیں۔ یہ بھی قطعاً درست نہیں ہے۔ عرفات کے پورے میدان میں آدمی جہاں چاہے، وقوف کر سکتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: میں نے یہاں (جبل رحمت کے پاس) وقوف کیا ہے۔ تاہم یہ واضح رہے کہ وقوف، عرفات کے پورے میدان میں کہیں بھی کیا جا سکتا ہے۔ (ابوداؤد، رقم ۱۹۰۷)

۴۱) عرفات میں بعض لوگ دعا و مناجات کرتے ہوئے اُس پہاڑ کی طرف رخ کر لیتے ہیں جو جبل رحمت کے نام سے معروف ہے۔ یہ معلوم ہے کہ حجۃ الوداع کے

موقع پر وقوف عرفہ کے دوران میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی پہاڑ کے پاس کھڑے ہوکر دعا ومناجات کی تھی۔تاہم دعا ومناجات میں اس کی طرف رخ کرنا اور لوگوں کو اس کی ہدایت کرنا آپ سے قطعاً ثابت نہیں ہے۔لوگوں کے اِس عمل کے لیے بھی دین میں کوئی ماخذ موجود نہیں ہے۔

۴۲) بعض لوگ جبل رحمت پر چڑھنے اور اُس پر نماز ادا کرنے کو باعث فضیلت سمجھتے ہیں۔اس کی بھی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

۴۳) بعض حجاج بغیر کسی عذر کے غروبِ آفتاب سے پہلے ہی عرفات سے رخصت ہو جاتے ہیں۔یہ بھی قابل اصلاح ہے۔حجاج کے لیے شریعت کا حکم ہے کہ وہ غروب آفتاب تک عرفات ہی میں رہیں،اس سے پہلے وہاں سے نہ نکلیں،الاّ یہ کہ کسی شخص کو کوئی ایسا غیر معمولی عذر لاحق ہو جائے جس کی بنا پر اُسے اس حکم سے رخصت حاصل ہو جائے۔

۴۴) عرفات میں بعض حجاج خاموشی اختیار کر لینے کو باعث فضیلت سمجھتے اور اسی بنا پر وہاں دعا ومناجات بھی ترک کر دیتے ہیں۔جبکہ واقعہ یہ ہے کہ حج میں سب سے بڑھ دعا ومناجات کا موقع عرفات کے وقوف ہی میں ہے۔اس عمل کی حیثیت بھی دین میں ایجادِ بندہ کی ہے۔وقوف عرفہ کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ ہم پہلے بیان

کر چکے ہیں؛ یہ عمل اُس کے بھی خلاف ہے۔

۴۵) عرفات سے نکلتے ہوئے اکثر حجاج تیزی سے چلتے، جلد بازی کا مظاہرہ کرتے اور اس کے نتیجے میں بسا اوقات دوسروں کے لیے باعث اذیت بن جاتے ہیں۔ اس کی اصلاح بھی کرنی چاہیے۔ اس موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ یہ ہے کہ آپ نہایت سکون اور اطمینان کے ساتھ عرفات سے روانہ ہوئے۔ اور اپنے ساتھ حجۃ الوداع میں موجود حجاج کو بھی آپ نے اسی طرح چلنے کی ہدایت فرمائی۔

(مسلم، رقم ۱۲۱۸۔ ابوداؤد، رقم ۱۹۲۰)

۴۶) یوم عرفہ کو بعض حجاج مغرب اور عشا کی نمازیں مزدلفہ پہنچنے سے پہلے راستے ہی میں ادا کر لیتے ہیں۔ یہ بھی قطعاً درست نہیں ہے۔ اس موقع پر سنت اور شریعت کا قانون یہ ہے کہ آدمی غروبِ آفتاب کے بعد مغرب کی نماز پڑھے بغیر عرفات سے روانہ ہو اور پھر جس وقت بھی، خواہ وہ عشا کا وقت ہو، مزدلفہ پہنچے؛ اُسی میدان میں مغرب اور عشا کی نمازیں جمع اور قصر کر کے پڑھے۔

مزدلفہ

۴۷) مزدلفہ میں رات گزارنے کے لیے بعض لوگ غسل کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ یہ بھی کوئی مشروع عمل نہیں ہے۔

۴۸)اکثر حجاج یہ خیال کرتے ہیں کہ مزدلفہ کے میدان سے کنکریاں اُٹھانا ایک مشروع عمل اور مناسک حج کا حصہ ہے۔ چنانچہ وہ اس میدان میں پہنچ کر پہلے نمازوں کی ادائیگی کے بجائے کنکریاں اُٹھانے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔اور مزید یہ کہ تمام ایام کی رمی کے لیے کنکریاں وہیں سے اُٹھا کر وہ اپنے پاس محفوظ کر لیتے ہیں۔ مناسک حج میں اِس عمل کی حیثیت بھی ایجادِ بندہ کی ہے۔دین وشریعت کی رو سے آدمی جہاں سے چاہے، جتنی چاہے، کنکریاں اُٹھا سکتا ہے۔اس کے لیے کوئی خاص مقام شریعت میں مقرر نہیں کیا گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ کے عمل میں بھی اس کے لیے کوئی بنیاد موجود نہیں ہے۔

۴۹)مزدلفہ میں بعض حجاج مغرب اور عشا کی نمازیں قصر اور جمع کر کے کے پڑھنے کے بجائے اپنے اپنے اوقات میں تین اور چار رکعت پڑھتے ہیں اور مزید یہ کہ ان نمازوں کے ساتھ نوافل کا اہتمام بھی کرتے ہیں۔ان کا یہ عمل بھی قطعاً غلط اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کردہ سنت اور آپ کے اُسوہ کے خلاف ہے۔ابلیس کے خلاف جنگ کی تمثیل کے تقاضے سے یہ بات بحیثیت سنت، مناسک حج کی شریعت میں مقرر کی گئی ہے کہ مزدلفہ میں حجاج، مغرب اور عشا کی نمازیں جمع اور قصر کر کے پڑھیں۔ سفر یا اقامت سے اِس کا قطعی کوئی تعلق نہیں ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کو اِس معاملہ میں شریعت

کے مقرر کردہ قانون کی پیروی اور اپنے عمل کی اصلاح کرنی چاہیے۔ جہاں تک ان نمازوں کے ساتھ نوافل پڑھنے کا تعلق ہے تو یہ واضح رہے کہ اِس معاملے میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوہ یہ ہے کہ اُس موقع پر آپ نے کوئی نفل نماز ادا نہیں کی (مسلم، رقم ۱۲۱۸)۔ چنانچہ لوگوں کا یہ عمل بھی آپ کے اُسوہ سے مختلف اور قابل اصلاح ہے۔

۵۰) بعض حجاج مزدلفہ میں رات کے قیام کو بغیر کسی عذر کے ترک کر دیتے اور سیدھے منیٰ واپس آجاتے ہیں۔ یہ بھی قطعاً درست نہیں ہے۔ اس رات کے لیے شریعت کا حکم یہ ہے کہ آدمی صبح روشن ہونے تک مزدلفہ کے میدان ہی میں قیام پذیر رہے، الاّ یہ کہ کسی شخص کو کوئی ایسا غیر معمولی عذر لاحق ہو جائے جس کی بنا پر اُسے اس حکم سے رخصت حاصل ہو جائے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض لوگوں کو اُن کے عذر کی بنا پر رات ہی میں کوچ کر جانے کی اجازت دی تھی۔

۵۱) بعض لوگ مزدلفہ کی رات کو خاص عبادت کی رات قرار دیتے اور اس میں عبادت کے لیے جاگتے ہیں۔ یہ بھی حج کی شایع و ذایع غلطیوں میں سے ایک ہے۔ قرآن و سنت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم و عمل سے اس رات کی یہ حیثیت قطعاً معلوم نہیں ہوتی۔ اگر ایسا ہوتا تو کم از کم آپؐ اپنے آخری حج میں مسلمانوں کے سامنے

اپنے عمل سے یہی اُسوہ پیش فرماتے، جیسا کہ وقوفِ عرفات اور وقوفِ مزدلفہ میں آپ نے کیا، یا اسے بیان ضرور کردیتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ ایسا نہیں کیا، بلکہ آپ اپنے ہمیشہ کے معمول کے برخلاف، اس رات میں تہجد کے لیے بھی نہ اُٹھے اور طلوعِ فجر تک آرام فرمایا (مسلم، رقم ۱۲۱۸)۔ چنانچہ واضح ہوا کہ یہ چیز بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کے خلاف ہے۔

رمیِ جمرات

۵۲) بعض لوگ رمی سے پہلے غسل کرتے اور اسے باعث فضیلت سمجھتے ہیں۔ اس کے لیے بھی دین میں کوئی ماخذ موجود نہیں ہے۔ چنانچہ یہ ایک اصلاح طلب چیز ہے۔

۵۳) بعض حجاج رمی سے پہلے کنکریوں کو پانی سے دھوتے اور اُنہیں خوشبو سے معطر کرتے ہیں۔ یہ ایک بالکل لغو عمل ہے۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ جو لوگ مناسک کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں، اُن سے اس طرح کی غلطیوں کا سرزد ہونا کوئی بعید بات نہیں ہے۔ لوگ غالباً اپنے اِس غیر مشروع عمل سے کنکریوں کے تقدس کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ دراں حالیکہ کنکریوں سے رمی کرنا تمثیلی زبان میں ایک عبادت ہے، جس کی حقیقت یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے ایک بندۂ مومن ابلیس پر لعنت اور اُس کے خلاف جنگ کا علامتی اظہار کرتا ہے۔ چنانچہ اِس طرح کی غلطیوں میں پڑنے کے

بجائے لوگوں کو مناسک کی حقیقت کی طرف متوجہ ہونا چاہیے، جسے حاصل کر کے وہ حج اور اُس کے مناسک کی اصل روح کو پا سکتے ہیں۔

۵۴) بعض حجاج تمام کنکریوں کو اکٹھا ایک ہی دفعہ میں ستون کی طرف مار دیتے ہیں۔ یہ بھی غلط ہے۔ صحیح طریقہ یہ ہے کہ تمام کنکریاں ایک ایک کر کے ماری جائیں۔

۵۵) رمی کی حقیقت کو، جیسا کہ ہم اوپر واضح کر چکے ہیں، اگر سامنے رکھا جائے تو یہ تصور بھی درست نہیں ہے کہ کنکریوں کا براہِ راست ستونوں کو لگنا ضروری ہے۔ دین میں اس کے لیے بھی کوئی ماخذ موجود نہیں ہے۔ جمرات کے پاس موجود لوگوں کا خیال رکھتے ہوئے ستون کی سمت میں مار دینا کافی ہے۔

۵۶) بعض حجاج استطاعت کے باوجود اور بغیر کسی عذر کے اپنی رمی دوسروں کو سونپ دیتے ہیں۔ یہ بھی قابل اصلاح ہے۔ رخصت کے قانون کے مطابق اس موقع پر بچوں، ضعیف عورتوں، بیماروں، بوڑھوں اور کمزوروں کو تو اس کی اجازت دی جا سکتی ہے، تاہم بغیر کسی حقیقی عذر کے کسی شخص کو اِس حکم سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

۵۷) جمرات کے پاس اکثر حجاج ایک دوسرے سے جھگڑتے، زور آزمائی کرتے، دھکم پیل کرتے اور دوسروں کے لیے باعث اذیت بن جاتے ہیں۔ کتنی ناپسندیدہ بات ہے کہ جس مقام پر رمی کر کے ہم اپنی اِس دنیوی زندگی میں اپنے

پروردگار کی حمیت وحمایت، ابلیس کو پسپا کرنے اور اُس کے خلاف برسر جنگ رہنے کے عزم کا اظہار کرتے ہیں، عین اُسی مقام پر ابلیس ہی کی صدا پر لبیک کہنے کا ثبوت دے رہے ہوتے ہیں۔اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ہم اپنے حج کو اس طرح کی آلایشوں سے پاک کریں۔

۵۸) بعض لوگ جمرات کو حقیقتاً ابلیس تصور کرتے اور ان کے پاس کھڑے ہو کر اپنے شدت جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔اس موقع پر انہیں چھوٹی بڑی، جو چیز ہاتھ آتی ہے، جمرات کی طرف مارتے ہیں۔یہ بھی ایک بالکل لغو اور اصلاح طلب عمل ہے۔یہ چیز بالبداہت واضح ہے کہ رمی اور جمرات، دونوں کی حقیقت سے ناواقفیت کی بنا پر پیدا ہوئی ہے۔منیٰ کے میدان میں یہ تین ستون حقیقی ابلیس نہیں، بلکہ اُس کی علامت کے طور پر مقرر کیے گئے ہیں۔تا کہ ہم علامتی زبان میں اپنے پروردگار کے حضور میں ابلیس پر لعنت اور اُس کے خلاف جنگ کا اظہار کریں۔

متفرقات

۵۹) اکثر حجاج و معتمرین کو دیکھا گیا ہے کہ وہ مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران میں حرم سے باہر جاتے اور تنعیم کے علاقے کی معروف مسجد، مسجد عائشہ سے احرام باندھ کر متعدد بار عمرہ کرتے ہیں۔اور اپنے اِس عمل کو بہت ہی باعث اجر و فضیلت سمجھتے

ہیں۔ قرآن وسنت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم وعمل کی روایات میں اس کے لیے کوئی بنیاد موجود نہیں ہے۔ سنت کی رو سے حج اور عمرہ کی عبادات میں پسندیدہ طریقہ یہی ہے کہ آدمی حج کے لیے اپنے وطن سے الگ سفر کرے اور عمرہ کے لیے الگ۔ دور دراز کے علاقوں سے آنے والوں کے لیے یہ حکم زحمت کا باعث ہوسکتا تھا، چنانچہ اِسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اُنھیں اجازت دی ہے کہ وہ اگر چاہیں تو اپنے حج کے سفر میں عمرہ بھی کر سکتے ہیں، لیکن اِس رخصت سے فائدہ اُٹھانے کی بنا پر اُنھیں قربانی یا روزوں کی صورت میں فدیہ ادا کرنا ہوگا (البقرہ ۲:۱۹۶)۔ قرآن کے اس حکم سے اللہ تعالیٰ کا یہ منشا واضح ہے کہ ان عظیم عبادات کی ادائیگی کا بہتر طریقہ یہی ہے کہ آدمی ان میں سے ہر ایک کے لیے الگ سے عزم سفر کرے۔ اور یہ بھی واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ جب حج کے سفر میں ایک عمرہ کرنے پر فدیہ عائد کر رہے ہیں تو پھر اُس پروردگار کے نزدیک ایک سفر میں متعدد بار عمرہ کرنا کوئی پسندیدہ عمل کیسے ہوسکتا ہے؟ پھر جب اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک عمل پسندیدہ نہیں تو یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ اُس کا رسول اُس عمل کو انجام دے یا اُسے دین میں پسندیدہ عمل قرار دے۔ چنانچہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ کے اُسوہ کی روایات کا مطالعہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے حج یا عمرہ کے کسی سفر میں حرم سے باہر جا کر کبھی کوئی عمرہ نہیں کیا اور نہ آپ نے اسے کسی پسندیدہ

عمل کی حیثیت سے کبھی بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ واضح ہوا کہ قرآن وسنت اور نبی صلی اللہ صلی علیہ وسلم کے اُسوہ کی رو سے یہ ایک غیر مشروع اور قابل اصلاح عمل ہے۔ اور جس عمل کی دین میں کوئی بنیاد موجود نہیں ہے وہ ایک پسندیدہ عمل کیسے ہوسکتا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد حج یا عمرہ کے لیے مدینہ منورہ سے چار مرتبہ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے ہیں۔ شہر مکہ میں مقیم رہتے ہوئے یہ اگر کوئی مشروع اور پسندیدہ عمل ہوتا تو ان مواقع پر آپؐ اسے انجام دیتے یا کم سے کم مسلمانوں کے لیے اسے بیان ضرور کر دیتے۔ لیکن ایسا بھی نہیں ہوا۔

ایک سفر میں ایک سے زائد عمرہ کا اہتمام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ آپ کے صحابہؓ نے بھی کبھی نہیں کیا۔ بلکہ دورِ اوّل میں تو یہ سوال بھی زیرِ بحث رہا ہے کہ ایک سال میں ایک سے زائد بار عمرہ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ (زاد المعاد، ابن قیمؒ، ۲/ ۹۷۔۹۸)

جہاں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں حجۃ الوداع کے موقع پر سیدہ عائشہؓ کے تنعیم کے علاقہ سے احرام باندھ کر عمرہ کرنے کا تعلق ہے، تو یہ بات جان لینی چاہیے کہ وہ اُس موقع پر مدینہ منورہ سے آپؐ کے ساتھ عمرہ کا احرام باندھ کر روانہ ہوئی تھیں۔ پھر جب مکہ پہنچیں تو وہ ایام سے تھیں، جس کی بنا پر اپنا عمرہ نہ کرسکیں اور نتیجتاً احرام بھی نہ کھول سکیں۔ یہاں تک کہ حج کے ایام شروع ہو گئے اور اُنہوں نے تمام حجاج

کے ساتھ اپنے اُسی احرام میں حج ادا کیا۔ حج کے بعد اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ سب حج اور عمرہ دونوں کی ادائیگی کر کے لوٹیں گے اور میں صرف حج کے ساتھ واپس ہوں گی؟ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: عائشہ! اللہ کے ہاں تمھیں وہی کچھ ملے گا جو اِن سب کو ملے گا۔ پھر سیدہ عائشہؓ نے کہا: (اے اللہ کے رسول) میرے دل میں یہ بات آ رہی ہے کہ میں نے حج کرنے تک بیت اللہ کا طواف نہیں کیا۔ (چنانچہ سیدہ کے اصرار کو دیکھ کر) آپؐ نے اُن کے بھائی سے کہا: اے عبدالرحمٰن! تم اِنھیں لے کر جاؤ اور تنعیم سے لا کر عمرہ کراؤ۔

(حجّة النبی، ناصر الدین البانیؒ ص۹۱۔۹۲)

اس سارے معاملے میں بھی آپ دیکھیں کہ اس عمرہ کے لیے سیدہؓ کو آپ سے اجازت لینی پڑی ہے۔ یہ دین میں کوئی مشروع عمل ہوتا تو آپ اجازت حاصل نہ کرتیں۔ پھر طلب اجازت اور اصرار کی وجہ وہ عمرہ تھا جس کا احرام باندھ کر وہ مدینہ سے روانہ ہوئی تھیں، لیکن معذوری کی بنا پر ادا نہ کر سکیں تھیں۔ یہ معاملہ نہ ہوتا تو بالبداہت واضح ہے کہ وہ اِس عمرہ کا ارادہ بھی نہ کرتیں۔ جیسا کہ معلوم ہے کہ اُس حج میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود دوسرے حجاج نے کسی عمرہ کے لیے کوئی خواہش ظاہر نہ کی۔ پھر واقعہ یہ ہے کہ اُس موقع پر سیدہؓ کے بھائی عبدالرحمٰنؓ، جن کے ساتھ وہ

تنعیم تک گئی ہیں اور جن کے لیے بظاہر موقع تھا کہ وہ بھی عمرہ کرلیں؛ اپنی دینی بصیرت کی بنیاد پر خود اُنھوں نے بھی اسے مشروع اور پسندیدہ نہ سمجھا۔ چنانچہ سیدہؓ کے ساتھ اُنھوں نے عمرہ نہیں کیا۔

سیدہ عائشہؓ کے اس واقعہ سے زیادہ سے زیادہ یہ بات اخذ کی جاسکتی ہے کہ حج کے کسی سفر میں اگر کسی خاتون کو وہی صورت لاحق ہو جائے جو سیدہ عائشہ کو ہوئی تھی تو اُس کے لیے کوئی حرج کی بات نہیں ہے کہ وہ حج کے بعد اپنا عمرہ کرلے۔

اِس ساری بحث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ ایک سفر میں جس طرح حج ایک ہی ہوتا ہے، عمرہ بھی ایک ہی مشروع ہے۔ نتیجتاً اِس سے یہ بھی واضح ہوا کہ مسلمانوں کی عظیم اکثریت آج مدینہ سے مکہ واپسی پر جو ایک اضافی عمرہ کرتی ہے، اور جسے پاک و ہند کے عوام 'بڑا عمرہ' کے نام سے موسوم کرتے ہیں، یہ بھی دین میں کوئی مشروع اور پسندیدہ عمل نہیں ہے۔ بلکہ ایک قابل اصلاح چیز ہے۔

٦٠) بعض حجاج ہدی کا جانور ساتھ لائے بغیر حج اور عمرہ دونوں، ایک ہی احرام میں کر لیتے ہیں۔ حج و عمرہ کی اس صورت کے لیے شریعت میں کوئی ماخذ موجود نہیں ہے۔ ایک احرام میں حج و عمرہ کی ادائیگی کی یہ صورت، شریعت میں صرف ان لوگوں کے لیے مقرر کی گئی ہے جو قربانی کے جانور اپنے ساتھ لے کر حرم میں آئے ہوں۔ اس

لیے کہ جس شخص نے قربانی کا جانور اپنے ساتھ لے لیا ہو، قرآن مجید کے حکم کے مطابق وہ اُس وقت تک احرام سے نہیں نکل سکتا جب تک کہ اپنے ساتھ لائے ہوئے جانور کی قربانی نہ کرلے (البقرہ ۲:۱۹۶)۔ اور یہ قربانی ظاہر ہے کہ شریعت میں اپنے مقررہ دن یعنی یوم النحر ۱۰/ ذوالحجہ ہی کو کی جائے گی۔ اُس وقت تک یہ شخص حالت احرام میں رہنے کا پابند ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ اگر عمرہ کا ارادہ بھی رکھتا ہے تو عمرہ سے فراغت کے بعد احرام سے نہیں نکل سکتا بلکہ اُسی احرام میں باقی رہتے ہوئے حج کرتا ہے اور نتیجتاً اُسے ایک احرام میں حج وعمرہ، دونوں کو ادا کرنے کی صورت بن جاتی ہے۔ اب جہاں تک اُن لوگوں کا تعلق ہے جو اپنے ساتھ قربانی کا جانور ساتھ لے کر نہ آئے ہوں، جیسا کہ بالعموم حجاج اب کرتے ہیں۔ ان کے لیے شریعت میں ایسی کوئی پابندی نہیں ہے کہ وہ یوم النحر تک حالت احرام میں رہیں، چنانچہ وہ اگر حرم میں پہنچ کر پہلے عمرہ کرتے ہیں تو نہ صرف یہ کہ ان کے لیے عمرہ سے فراغت کے بعد احرام کھول لینا درست ہے، بلکہ حجۃ الوداع کے موقع پر ایسے لوگوں کو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی تھی کہ وہ احرام میں نہ رہیں؛ بلکہ اپنا احرام کھول لیں۔

۶۱) بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ طوافِ افاضہ یعنی حج کے طواف کو بنا کسی عذر کے مؤخر کردیتے ہیں۔ یہ طریقہ بھی درست نہیں ہے۔ اگر کوئی عذر نہ ہو تو حج کا یہ

طواف یوم النحر ۱۰؍ذوالحجہ کو ادا کرنا چاہیے۔ تاہم کسی شخص کے لیے اگر کسی وجہ سے اس دن طواف کرنا ممکن نہ ہو تو پھر اس کی تاخیر میں کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔

۶۲) حج وعمرہ سے متعلق بعض کتابوں میں لکھا گیا ہے کہ حج کی سعی، جسے یوم النحر کو طواف افاضہ کے بعد کیا جاتا ہے، یوم النحر سے پہلے بھی اگر کر لی جائے تو یہ درست ہوگا اور اس کے نتیجے میں ۱۰ ذوالحجہ کو سعی کرنے کی ضرورت باقی نہ رہے گی۔ دین کی روشنی میں یہ نقطۂ نظر قطعاً درست نہیں ہے۔ سب سے پہلے تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ قرآن مجید کی رو سے حج وعمرہ کے مناسک میں سعی کی حیثیت، جیسا کہ پہلے تفصیلاً بیان کیا جا چکا، ایک تطوع اور نفل کی ہے۔ یہ اگر کی جائے تو باعث اجر ہوگی۔ تاہم یہ حج وعمرہ کے لازمی مناسک میں سے نہیں ہے۔ حج وعمرہ اس کے بغیر بھی ہر لحاظ سے مکمل ہو جاتے ہیں (البقرہ ۲:۱۵۸)۔ قرآن مجید کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے بیت الحرام پہنچ کر عمرہ کیا تو اُس میں طواف کے بعد صفا مروہ کی سعی بھی کی۔ جبکہ حج کے مناسک ادا کرتے ہوئے یوم النحر کو آپ نے صرف بیت الحرام کا طواف کیا، صفا و مروہ کی سعی نہیں کی۔ (مسلم، رقم ۱۲۱۸۔ احمد، رقم ۱۴۹۸۶)

پھر جو شخص سعی کرنا چاہے تو سنت میں، بحیثیت شریعت اس کا موقع حج اور عمرہ،

دونوں کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔اُس قانون کے مطابق عمرہ میں سعی بیت الحرام کا طواف کرنے کے بعد اور حج میں ۱۰/ذوالحجہ کو طواف افاضہ کے بعد کی جائے گی۔حجاج ومعتمرین کو اسی قانون کی پیروی کرنا ہوگی۔چنانچہ یوم النحر سے پہلے حج کی سعی کر لینا سنت کے قانون کے خلاف ہونے کی بنا پر درست نہیں ہے۔دین میں اِس رخصت کے لیے قطعاً کوئی بنیاد موجود نہیں ہے۔

۶۳)ایامِ تشریق میں بعض لوگ منیٰ میں قیام کرنے کے بجائے بغیر کسی عذر کے شہر مکہ میں مقیم رہتے ہیں۔جبکہ ان ایام میں سنت یہ ہے کہ حجاج منیٰ ہی میں قیام پذیر رہیں اور جمرات کی رمی کریں۔چنانچہ یہ عمل بھی قابل اصلاح ہے۔دین کی رو سے کسی حاجی کو بغیر کسی معقول عذر کے قیام منیٰ سے مستثنیٰ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

۶۴) بعض حجاج قیامِ منیٰ کے ایام میں نمازوں کو قصر کرنے کے بجائے پوری پڑھتے ہیں۔یہ عمل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کے خلاف ہونے کی بنا پر اصلاح طلب ہے۔ابلیس کے خلاف جنگ کی تمثیل کے تقاضے سے اِن ایام میں نمازوں کو قصر کر کے پڑھنا آپؐ کا اُسوہ ہے۔اور عبادات میں آپ ہی کا اُسوہ قابل اتباع ہے۔روایتوں میں بیان ہوا ہے کہ ایامِ تشریق میں اور اس سے پہلے بھی جب ۸/ذوالحجہ کو آپ مکہ سے منیٰ آئے تو جتنے دن قیام فرمایا،اس کے دوران میں تمام نمازیں

قصر کر کے پڑھتے رہے (بخاری، رقم ۱۶۵۶،۱۶۵۵)۔ حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ مکرمہ کے مسلمان بھی ان نمازوں میں آپؐ کے ساتھ شریک تھے۔ اُنہوں نے بھی آپ کے ساتھ نمازوں کو قصر کیا۔ چنانچہ واضح ہوا کہ ان ایام میں نمازوں کو قصر کرنا سفر سے قطعاً کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ اور ایامِ منیٰ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ ہی کی بنا پر منیٰ کی قدیم ترین مسجد، مسجد خَیف میں آج بھی حجاج تمام نمازیں قصر کر کے پڑھتے ہیں۔

۶۵) یومِ عرفہ اگر جمعہ کے دن واقع ہو تو عامۃ الناس اُس حج کو حج اکبر کے نام سے موسوم کرتے اور اُسے زیادہ باعث اجر و فضیلت سمجھتے ہیں۔ اِس تصور کے لیے بھی دین میں کوئی بنیاد موجود نہیں ہے۔ یہ عوام الناس کی ایجاد ہے۔ اصل بات یہ ہے حج اور عمرہ، دونوں عبادات اپنی اصل کے اعتبار سے ایک ہی حقیقت کو ممثل کرتی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ عمرہ اجمال ہے اور حج میں ایک خاص پہلو سے اُس کی تفصیل کر دی گئی ہے۔ چنانچہ اِسی تناظر میں زمانۂ قدیم سے عمرہ کو حج اصغر اور اُس کے تقابل میں حج کو حج اکبر بھی کہا جاتا ہے۔

۶۶) بعض لوگ طوافِ وداع کرنے کے بعد مسجد حرام سے اُلٹے پاؤں نکلتے ہیں۔ یہ بھی ایک بالکل لغو عمل ہے۔ دین میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اس کی اصلاح بھی کر لینی چاہیے۔

٦٧) بیت الحرام پہنچ کر حج یا عمرہ کرنے والے ایک مسلمان کی فطری خواہش ہوتی ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دارالہجرت اور آخری مسکن مدینہ منورہ اور اُس میں آپ کی مسجد، مسجد نبوی کی زیارت بھی کر لے۔ چنانچہ وہ اس مقصد سے مدینہ منورہ کا قصد کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس مقصد کو حاصل کرنا ایک مسلمان کے لیے بڑی سعادت کی بات ہے۔ اس کی حیثیت یہی ہے۔ تاہم یہ واضح رہے کہ اُس کے اِس سفر کا، جیسا کہ عامۃ الناس خیال کرتے ہیں، حج یا عمرہ کے مناسک سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہیں۔ یہ حج یا عمرہ کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ دین کی رو سے حج و عمرہ اس کے بغیر بھی ہر لحاظ سے مکمل ہوتے اور ان میں کسی اعتبار سے کوئی نقص واقع نہیں ہوتا۔ جب اس کی حیثیت یہی ہے تو بالبداہت واضح ہے کہ آدمی جتنا چاہے حرم نبوی میں رہے اور جتنی نمازیں چاہے، مسجد نبوی میں پڑھے اور جب چاہے وہاں سے رخصت ہو جائے۔ اس میں کسی اعتبار سے اُس پر کوئی پابندی ہے، نہ دین میں باعث اجر و فضیلت کوئی حکم موجود ہے۔ اِس حوالے سے عام طور پر جو بات معروف ہو گئی ہے کہ مسجد نبوی میں چالیس نمازیں پڑھنے کی دین میں ایک خاص فضیلت ہے اور اُسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے، چنانچہ اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اِس تصور کی حقیقت یہ ہے کہ کسی صحیح روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح کی کوئی بات ثابت نہیں ہے۔

مسند احمد کی ایک روایت (رقم، ۱۲۶۰۵) جسے لوگ بطور استدلال پیش کرتے ہیں، خود محدثین کے نزدیک وہ ایک ضعیف درجہ کی روایت ہے (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، ناصرالدین البانیؒ، رقم ۲۶۵۲)۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے اسے بیان کرنا بھی قطعاً درست نہیں ہے۔ پھر عبادات میں جس چیز کا استناد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحت کے ساتھ ثابت ہی نہیں، اُسے دین کی حیثیت سے، بالبداہت واضح ہے کہ قطعی طور پر پیش نہیں کیا جاسکتا۔ اس کی اصلاح نہایت ضروری ہے۔

مناسک حج وعمرہ سے متعلق یہ عام طور پر پائے جانے والے وہ اعمال وتصورات ہیں جن کے لیے قرآن وسنت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم وعمل کی صحیح روایات میں کوئی ماخذ موجود نہیں ہے۔ اِن میں سے بعض چیزوں کا ماخذ موضوع یا ضعیف روایات ہیں۔ جبکہ بعض محض فقہی کتابوں میں پائے جانے کی بنا پر عام ہوگئے ہیں۔ اور بعض چیزیں ایسی ہیں جو حج وعمرہ کے باب میں شریعت کے احکام سے ناواقفیت کی وجہ سے شایع و ذایع ہوئی ہیں۔ بعض غلطیاں ایسی ہیں جو مسلمانوں میں مناسک حج وعمرہ کی حقیقت وحکمت سے بے شعوری کی بنا پر اُن سے سرزد ہورہی ہیں۔ چنانچہ مسلمانوں کو اس طرح کی غلطیوں پر متنبہ رہتے ہوئے اِن سے اجتناب کرنا چاہیے۔

اَللّٰهُمَّ أَرِنَاالْحَقَّ حَقًّا،وَارْزُقْنَا اتِّبَاعَهُ.

وَأَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلاً،وَارْزُقْنَا اجْتِنَابَهُ.

''اے اللہ! ہمیں حق کوحق ہی کی صورت میں دکھا،اوراُس کی پیروی نصیب فرما۔اور باطل کو ہمارے سامنے باطل ہی کی صورت میں واضح فرمااوراُس سے بچنے کی توفیق عطا فرما''۔

”جب زندگی شروع ہوگی“

(مصنف: ابویحییٰ)

☆ ایک ایسی کتاب جس نے دنیا بھر میں تہلکہ مچادیا

☆ ایک ایسی تحریر جسے لاکھوں لوگوں نے پڑھا

☆ ایک ایسی تحریر جس نے بہت سی زندگیاں بدل دیں

☆ ایک ایسی تحریر جواب ایک تحریک بن چکی ہے

☆ آنے والی دنیااورنئ زندگی کا جامع نقشہ ایک دلچسپ ناول کی شکل میں

☆ ایک ایسی تحریر جواللہ اوراس کی ملاقات پرآپ کا یقین تازہ کردے گی

☆ علم وادب کی تاریخ میں اپنی نوعیت کی پہلی تصنیف

ابو یحییٰ کے ناول

جو آپ کی سوچ، زندگی اور عمل کا محور بدل دیں گے

جب زندگی شروع ہوگی

ایک تحریر جو ہدایت کی عالمی تحریک بن چکی ہے

قسم اس وقت کی

ایک منکرِ خدا لڑکی کی داستان سفر، جو سچ کی تلاش میں نکلی تھی

آخری جنگ

شیطان کے خلاف انسان کا اعلان جنگ

خدا بول رہا ہے

عظمتِ قرآن کا بیان ایک دلچسپ داستان کی شکل میں

پورا سیٹ منگوانے پر خصوصی رعایت

گھر بیٹھے کتب حاصل کرنے کے لیے ان نمبرز پر رابطہ کیجیے

0332-3051201 , 0345-8206011

مالی تعاون

اللہ تعالیٰ کے پیغام (ایمان و اخلاق، تعمیرِ شخصیت اور فلاحِ آخرت) کو پھیلانے میں انذار کا ساتھ دیجیے۔

ہمارا مالی طور پر ساتھ دینے کے لیے درج ذیل اکاؤنٹ میں عطیات جمع کرائے جا سکتے ہیں۔

For Local Transaction

Title of Account: Inzaar Educational and Charitable Trust

Address: P.O.BOX.7285 Karachi.

Bank Name: United Bank Limited

Branch Address: UBL Vault Branch, Abdullah Haroon Road, Saddar, Karachi.

Account Number: 0080248866323

Branch Code: 0080

For Foreign Transaction

IBAN: PK32 UNIL 0109 0002 4886 6323

SWIFT CODE: UNILPKKA

عطیات جمع کرنے کے بعد

0092-345-8206011 یا info@inzaar.org یا info@inzaar.pk پر ہمیں مطلع کریں تا کہ اس کی رسید آپ کو بھیجی جا سکے۔

رضا کارانہ تعاون

انذار کے لئے رضا کارانہ تعاون فراہم کرنے کے لئے براہ مہربانی ذیل میں درج ای میل ایڈریس پر ای میل بھیجیں۔ info@inzaar.pk , info@inzaar.org

عامر گزدر کا تعلق کراچی شہر سے ہے۔ابتدائی تعلیم اسکول میں حاصل کرنے کے بعد اُنھوں نے قاری خلیل احمد بندھانی کی زیرنگرانی قرآنِ مجید کے حفظ و قرأت کی تعلیم مکمل کی۔ دین کی ابتدائی تعلیم مقامی دینی مدارس میں حاصل کی۔ ۱۹۹۶ء میں جامعۂ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن سے درس نظامی کی تکمیل کر کے فارغ التحصیل ہوئے۔ عملی زندگی کا آغاز درس وتدریس اور علمی تحقیق سے کیا۔ایک سال بنوری ٹاؤن میں تدریس کے فرائض انجام دیے۔

طلب علم کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے ادارۂ علم وتحقیق المورد لاہور کے ماسٹرز تعلیمی پروگرام میں شریک ہوئے۔کورس کے اختتام پر مجموعی طور پر ٹاپ پوزیشن حاصل کی۔ ۲۰۰۱ء سے ۲۰۱۱ء تک ادارۂ علم وتحقیق المورد کراچی میں اسلامی علوم کی تعلیم و تدریس میں مشغول اور بعض علمی وتحقیقی منصوبوں پر کام کرتے رہے۔

۲۰۱۴ء میں انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی ملیشیا میں اسلامی علوم پر غیرمعمولی نتائج کے ساتھ اپنا تیسرا ماسٹرز مکمل کیا۔ آج کل اُسی یونیورسٹی کے قرآن وسنت ڈپارٹمنٹ میں اپنے پی ایچ ڈی مقالے پر کام کررہے ہیں۔

ابویحییٰ کی دیگر کتابیں
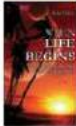
"ملاقات"

اہم علمی، اصلاحی اور اخلاقی سوالات پر ابویحییٰ کی ایک فکر انگیز کتاب

"جب زندگی شروع ہوگی"

ایک تحریر جو ہدایت کی عالمی تحریک بن چکی ہے

"قسم اس وقت کی"

ابویحییٰ کی شہرہ آفاق کتاب "جب زندگی شروع ہوگی" کا دوسرا حصہ

"When Life Begins"

English Translation of Abu Yahya Famous book

Jab ZindagiShuruHo Gee

"کھول آنکھ زمیں دیکھ"

مغرب اور مشرق کے سات اہم ممالک کا سفرنامہ

"بس یہی دل"

دل کو چھو لینے والے مضامین   ذہن کو روشن کردینے والی تحریریں

"تیسری روشنی"

نفرت اور تعصب کے اندھیروں کے خلاف روشنی کا جہاد

"حدیثِ دل"

موثر انداز میں لکھے گئے علمی، فکری اور تذکیری مضامین کا مجموعہ

"قرآن کا مطلوب انسان"

قرآن کے الفاظ اور احادیث کی روشنی میں جانیے اللہ ہم سے کیا چاہتے ہیں